شمارہ-88، رجب-شعبان 1447ھ، جنوری-فروری 2026ء

نصرة

اللہ تعالیٰ کے قوانین تبدیل نہیں ہوتے

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ﴾ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے"

ٹرمپ اور مسلم ممالک کے حکمرانوں

سوال وجواب: چین اور اس کا اپنے محدود علاقائی نقطۂ نظر سے چھٹکارا حاصل کرنا

رجب کو دوسری خلافت راشدہ کے شاندار قیام کا مشاہدہ کرنے دیں

فہرست

رجب کو دوسری خلافت راشدہ کے شاندار قیام کا مشاہدہ کرنے دیں 3

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ 7

اللہ تعالی کے قوانین تبدیل نہیں ہوتے 18

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ﴾ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے" [سورۃ الشعراء: آیت 214].. 32

آسٹریلوی انٹیلی جنس کے سربراہ نے نسل کشی کرنے والے وجود کے لئے احمقانہ دفاع پیش کیا 37

ایک ملک کے بعد اگلے کی باری یوں آ رہی ہے، جیسے ہر گزرتے دن کے بعد اگلا دن آ جاتا ہے 40

جمہوریت نوعِ انسان کے لئے قطعاً مناسب نظام نہیں ہے 45

ٹرمپ اور مسلم ممالک کے حکمرانوں 49

سوال وجواب: چین اور اس کا اپنے محدود علاقائی نقطۂ نظر سے چھٹکارا حاصل کرنا 54

ظالموں کی طرفداری کرنے کے خطرات! 62

پاکستان کی ستائیسویں آئینی ترمیم نے آمریت کو مستحکم کر دیا 69

سوال وجواب: تصاویر بنانے، خاکہ نگاری و مصوری، اور ویڈیو گرافی میں مصنوعی ذہانت کا استعمال کرنا 72

شام میں نئی حکومت کے حوالے سے ٹرمپ کے مطمئن ہونے کے پیچھے آخر کیا بھید چھپا ہے؟ 83

کیا اب کلمہ گو پاکستانی مسلم افواج امریکی جنرل کی زیر قیادت یہود کی حفاظت کریں گی؟ 87

عثمانی خلافت کے دردناک زوال کا مشاہدہ کرنے کے بعد رجب کو دوسری خلافت راشدہ کے شاندار قیام کا مشاہدہ کرنے دیں

مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے!

دو طویل، اذیت ناک سالوں تک، مسلم حکمرانوں، مغرب کے ایجنٹوں نے، ہمارے مطالبات کے باوجود ہمیں یہودی وجود کے خلاف اپنی افواج کو متحرک کرنے سے روکے رکھا۔ اس کے بعد، آج کے فرعون، ٹرمپ نے، ایک مکّارانہ جنگ بندی کا حکم دیا، جس میں مسلمانوں پر جنگ بندی لازم تھی جب کہ یہودی وجود اپنی بمباری جاری رکھے ہوئے ہے۔ اب، ٹرمپ مسلم دنیا میں اپنے ایجنٹوں کی مدد سے، یہودی وجود کو محفوظ بنانے اور مجاہدین کو غیر مسلح کرنے کے لیے، امریکی فوج کی کمان میں مسلم افواج کو متحرک کرنے کی تیاری کر رہا ہے!

مسلم حکمرانوں کی غداری کے ساتھ ساتھ، یہودی وجود غزہ کا وحشیانہ محاصرہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہودی وجود جان بچانے والی انسانی امداد کے داخلے کو روک رہا ہے، جس میں خیمے، کمبل اور دیگر ضروری سامان شامل ہیں، جب کہ لاکھوں مسلمانوں کو سخت سردی کے طوفانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو سخت سردی، تیز ہواؤں، موسلا دھار بارش اور بڑے پیمانے پر سیلاب لے کر آئے ہیں۔

اے بہترین امت جو بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے!

3 مارچ 1924 عیسوی بمطابق 28 رجب 1342 ہجری کو خلافت کے خاتمے کے بعد سے **امت مسلمہ کی زندگی کیسی ہے؟** یہ زندگی قبضے، جارحیت، شکست، ذلت، غربت اور مصائب سے بھری ہوئی ہے۔ جب ہمارا دین ہم پر نافذ نہیں ہے تو کیا ہم کسی اور چیز کی توقع کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کیا ہے کہ ﴿**وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا**﴾ **"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔"** (سورۃ طٰہٰ 20:124) کیا ہم کسی اور چیز کی توقع کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس ہماری حفاظت کے لیے کوئی ڈھال نہ ہو، کوئی صالح رہنما نہ ہو جو اسلام کے مطابق ہم پر حکومت کرے اور دشمنوں کے خلاف ہماری

افواج کو متحرک کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ فرمائی کہ **«يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا» "قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر (حملہ کرنے کے لیے) اس طرح ایک دوسرے کو بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے برتن کی طرف بلاتے ہیں۔"[ابو داؤد]**

یاد رکھیں کہ رجب ہمیشہ اداسی اور تباہی کا وقت نہیں تھا۔ جب دین نافذ تھا، تو اس نے امت کے دشمنوں کے خلاف عظیم الشان فتوحات کا مشاہدہ کیا۔

رجب میں جنگ موتہ ہوئی، جو مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی بڑی جنگ تھی۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی کافر قوت اور اپنے زمانے کی سپر پاور کے ساتھ جنگ تھی۔ اس میں اللہ کی تلوار، خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے تقریباً 200,000 کی رومی فوج کے مقابلے میں 3,000 جنگجوؤں کے ساتھ فاتحانہ انداز میں پسپائی اختیار کی، جبکہ رومیوں کی فوج تقریباً دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ اس کے باوجود مسلمان نہ ہارے اور نہ ہی رومی جیتے۔ تو، ہمارے زمانے میں کفر کی سب سے بڑی طاقت، امریکہ کا مقابلہ کون کرے گا؟

اسی طرح رجب کے مہینے میں صلیبیوں پر قہر بن کر نازل ہونے والے فاتح صلاح الدین، نے بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کرایا، اور الاقصیٰ کو، صلیبی قبضے میں چلے جانے کے کئی عشروں بعد اسلام کی آغوش میں واپس لوٹایا۔ تو آج کون الاقصیٰ کو آزاد کرائے گا اور اسے یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرے گا؟! اور کون امت کا مددگار ہو گا، جو امت کی سرزمین کو آزاد کرائے گا اور امت کے کمزوروں کی مدد کرے گا، جبکہ مغربی صلیبیوں نے اپنی پوری طاقت اور وسائل کے ساتھ امت کے خلاف اتحاد کر لیا ہے؟

رجب میں عین جالوت کی جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں نے تاتاریوں کو شکست دی اور اسلامی سرزمین کی طرف ان کی تباہ کن پیش قدمی کو روکا۔ تو آج کون تاتاریوں کا مقابلہ کرے گا اور مظلوم امت کی مدد کرے گا جس کے لوگ کمزور اور بے بس ہیں؟

اور ہم نے اس مہینے میں معتصم باللہ کے دور میں عموریہ کی فتح دیکھی، جب اس نے ایک مسلمان خاتون کی پکار "وامعتصماہ" کا جواب دیا اور ایک عظیم فوج کے ساتھ روانہ ہوا اور شاندار فتح حاصل کی۔ تو کون ان ہزاروں خواتین کی مدد کرے گا جو چیخ رہی ہیں اور فریاد کر رہی ہیں؟

اے مسلمانو!

ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہو گا کہ ہم نے اپنے وقت میں کیا کچھ دیکھا اور ہم نے حالات کو درست کرنے کے لیے کیا کچھ کیا۔ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے دین کو اپنے درمیان نافذ کرنے کے لیے کام کرتے ہوئے دین کی حمایت کرنی چاہیے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا فرمائے گا اور ہمارے قدم جمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ**﴾ **"اے ایمان والو اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے گا۔[سورۃ محمد: 7]"**

خلافت وہ نظام ہے جس کی طرف شرعی دلائل اشارہ کرتے ہیں، اور یہ تمام مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی امور میں عام سربراہی ہے۔ اسے اپنی اصل صورت میں قائم کرنا واجب ہے۔ یہ وہ نظام ہے جو امت کے اتحاد کو برقرار رکھتا ہے اور اسلام کو نافذ کرتا ہے۔ اس کے بغیر امت منقسم اور کمزور رہے گی۔ اور اس کے قیام کے لیے کام کرنا محض کوئی خواب یا دور کی امید نہیں ہے، بلکہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو متحد ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ**» **"امام ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے سے جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے۔"**

اے امت کی افواج میں موجود مسلمانو!

تم اللہ کے حضور اپنے دین اور اپنی امت کی مدد کرنے کے ذمہ دار ہو۔ کیا تم اللہ کے دین کے مددگار بننا پسند نہیں کرتے، جیسا کہ مدینہ کے انصار تھے؟ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے نام اللہ کے ہاں اس امت کے فاتحین اور نجات دہندہ کے طور پر لکھے جائیں؟ ! غدار حکمرانوں کو ہٹاو، اور اپنی نصرۃ (فوجی مدد) حزب التحریر کو دو تا کہ نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ**» **"تمہارے درمیان نبوت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا، پھر نبوت کے طریقے کے مطابق خلافت قائم ہو گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے قائم رکھے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی (موروثی) بادشاہت ہو گی، اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب**

اللہ چاہے گا تو اسے اٹھالے گا۔ پھر جابرانہ (ظالمانہ) بادشاہت ہوگی، اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب اللہ چاہے گا تو اسے اٹھالے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہوگی۔" یہ فرمانے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش ہو گئے۔

فہرست

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ کے مخلص حواری (وفادار اور جان نثار ساتھی) اور اسلام کے جنگجو شہسوار

تحریر: عبدالمحمود العامري – یمن

زبير بن العوام بن خويلد القرشي الأسدي رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے اور اسلام قبول کرنے والے اولین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اُن پہلے سات افراد میں شامل تھے جنھوں نے سب سے پہلے دینِ اسلام کو قبول کیا اور دارِ ارقم میں اسلام کی اولین جماعت کا حصہ بنے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، اور اسی وجہ سے وہ اُن ابتدائی لوگوں میں شامل ہوئے جنھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ چوتھے یا پانچویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے پہلی ہجرت کے دوران حبشہ کی طرف ہجرت کی، مگر وہاں زیادہ عرصہ نہ ٹھہرے۔ اس کے بعد انہوں نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور دونوں نے مل کر یثرب کی طرف ہجرت کی، جسے بعد میں مدینۃ المنورہ کے نام سے شہرت ملی۔ وہیں اسماءؓ کے ہاں عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے، جو مدینہ میں مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والی پہلی نرینہ اولاد تھی۔

زبیر بن عوامؓ ان دس خوش نصیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں شامل تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، اور آپ اپنی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو طاہر سے جانے جاتے تھے۔ آپ ان چھ عظیم صحابہؓ میں بھی شامل تھے جنہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔

نسب:

آپؓ کا پورا نسب یوں ہے: زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ان کے والد عوام، خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جو ام المومنین اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ تھیں۔

ان کی والدۂ محترمہ:

وہ صفیہ بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں، جو ہمارے نبی محمد ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

ان کی پیدائش اور پرورش:

زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت سے تقریباً 28 سال قبل، 594 عیسوی کے لگ بھگ مکہ المکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ قریش کے ایک شریف گھرانے میں پلے بڑھے اور کم عمری سے ہی اپنی دلیری کے لیے مشہور تھے۔ ان کی والدہ صفیہ نے انہیں سخت نظم و ضبط کے ساتھ پرورش دی، اور وہ کہا کرتے تھے: ''كانت تضربني حتى أكون رجلاً'' ''وہ مجھے مارتی تھیں تاکہ میں ایک جوانمرد بن جاؤں''۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، حالانکہ بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ وہ بارہ سال یا حتیٰ کہ آٹھ سال کے تھے۔ وہ دین قبول کرنے والے اولین افراد میں سے تھے، حالانکہ انہیں تشدد اور اذیت کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ ان کے چچا ان پر تشدد کیا کرتے تھے، وہ ان کے اردگرد اس قدر دھواں سلگا دیتے تھے کہ وہ دَم گھٹ کر تقریباً موت کے قریب پہنچ جاتے تھے۔ پھر بھی الزُبیر فرماتے تھے: ''والله لا أعود للكفر أبدًا'' ''اللہ کی قسم، میں کبھی کفر کی طرف واپس نہیں جاؤں گا''۔

نکاح:

زبیر رضی اللہ عنہ کا نکاح اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنھا سے ہوا، جو 'ذات النطاقين' (دو دوپٹوں والی) کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ ان سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو بعد میں مسلمانوں کے عظیم رہنماؤں میں سے ایک بنے۔ ان کا گھرانہ ایمان، جدوجہد اور صبر کا گھر تھا، اور اسماءؓ پوری زندگی اُن کے لیے عظیم سہارا ثابت ہوئیں۔ انہوں نے دیگر خواتین سے بھی نکاح کیے تھے۔

زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں عبداللہ، عروہ، المنذر، عاصم، المھاجر، جعفر، عبیدہ، عمرو، خالد، مصعب، اور حمزہ شامل تھے۔

جبکہ ان کی بیٹیاں خدیجہ الکبریٰ، خدیجہ الصغریٰ، امّ الحسن، عائشہ، حبیبہ، سودة، ھند، رملہ، اور زینب تھیں۔

زبیر بن عوامؓ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں:

زبیر بن عوامؓ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات اور مہمات میں شرکت کی۔ آپ بہترین شہسواروں میں سے تھے، اور آپ کے بدن پر نیزوں اور تیروں کے تیس سے زیادہ زخموں کے نشانات تھے۔

علی بن زیدؒ بیان کرتے ہیں: «حَدَّثَنِي مَنْ رَأَى الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ صَدْرُهُ كَأَنَّهُ الْعُيُونُ مِنَ الطَّعْنِ وَالرَّمْيِ» ”مجھے اس شخص نے بتایا جس نے زبیر بن عوامؓ کو دیکھا تھا کہ ان کا سینہ تلواروں اور تیروں کے زخموں سے اِس قدر بھرا ہوا تھا کہ دیکھنے والے کو وہ بہت سی آنکھوں یا گہرے گڑھوں کی طرح نظر آتا تھا“۔

الحسن البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «كَانَ بِالزُّبَيْرِ بِضْعَةٌ وَثَلَاثُونَ ضَرْبَةً، كُلُّهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ» ”زبیرؓ کے جسم پر تیس سے کچھ اوپر زخم تھے، اور یہ سب زخم انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتے ہوئے جھیلے تھے“۔

اور ابن شہابؒ بیان کرتے ہیں: «لَمَّا أَتَى عَلِيٌّ رضي الله عنه بِسَيْفِ الزُّبَيْرِ جَعَلَ يُقَلِّبُهُ وَيَقُولُ: سَيْفٌ طَالَمَا جَلَا الْغَمَّ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ» ”جب علی رضی اللہ عنہ کے پاس زبیرؓ کی تلوار لائی گئی تو آپ اسے اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمایا، ”یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے غم کو دور کیا“۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک تابعی بیان کرتے ہیں: «صَحِبْتُ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَأَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ بِأَرْضِ قَفْرٍ، فَقَالَ: اسْتُرْنِي، فَسَتَرْتُهُ فَحَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ، فَرَأَيْتُهُ مُجَدَّعًا بِالسُّيُوفِ، قُلْتُ: وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ بِكَ آثَارًا مَا رَأَيْتُهَا بِأَحَدٍ قَطُّ، قَالَ: وَقَدْ رَأَيْتَهَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ مَا مِنْهَا جِرَاحَةٌ إِلَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ.» ”میں زبیر بن عوامؓ کے ساتھ ان کے ایک سفر میں ہمراہ تھا۔ اور ایک ویران علاقہ میں انہیں غسلِ جنابت کی حاجت ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا: ”مجھ پر پردہ کر دو“۔ میں نے انہیں پردے میں کر دیا، اور ایک لمحہ پر اچانک میری نظر ان پر پڑ گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلواروں کے گہرے چھید لگے ہیں۔ میں نے کہا: ”اللہ کی قسم! میں نے آپ کے جسم پر ایسے نشان دیکھے ہیں جو میں نے کسی اور پر کبھی نہیں دیکھے“۔ انہوں نے پوچھا، ”تم نے وہ نشان دیکھ لئے؟“ میں نے کہا: ”ہاں“۔ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی بھی زخم ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور اللہ کی راہ میں نہ لگا ہو“۔

یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زبیرؓ کو مالِ غنیمت میں چار حصے عطا فرمائے، ایک حصہ خود ان کے لیے، دو حصے ان کے گھوڑے کے لئے، اور ایک حصہ ان حصوں میں سے جو رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے لئے مخصوص تھے۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کے موقع پر عبیدہ بن سعید بن العاص کو قتل کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں: «لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ، لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ، وَهُوَ يُكْنَى أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ.» ”جنگِ بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا۔ وہ پورے زرہ بکتر میں ملبوس تھا، سوائے اس کی آنکھوں کے کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا، اور وہ ابو ذات الکرش

کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس نے کہا: ”میں ابو ذات الکرش ہوں!“، تو میں نے اپنا نیزہ لے کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کی آنکھ میں وار کیا، اور وہیں وہ مارا گیا“۔

ہشام کہتے ہیں، « قالَ هِشَامٌ: فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قالَ: لقَدْ وضَعْتُ رِجْلِي عليه، ثُمَّ تَمَطَّأْتُ، فَكانَ الجَهْدَ أنْ نَزَعْتُهَا وقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا. » ”مجھے بتایا گیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے اس (عبیدہ) پر اپنا پاؤں رکھا، پھر پورے زور سے جھکا اور نیزہ نکالنے کی کوشش کی۔ بس مشکل سے نکال سکا، کیونکہ نیزے کے دونوں سرے مڑ چکے تھے“۔

عروہؒ بیان کرتے ہیں: «فَسَأَلَهُ إيَّاهَا رَسولُ اللَّهِ ﷺ فأعْطَاهُ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسولُ اللَّهِ ﷺ أخَذَهَا، ثُمَّ طَلَبَهَا أبو بَكْرٍ فأعْطَاهُ، فَلَمَّا قُبِضَ أبو بَكْرٍ سَأَلَهَا إيَّاهُ عُمَرُ، فأعْطَاهُ إيَّاهَا، فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أخَذَهَا، ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ منه، فأعْطَاهُ إيَّاهَا، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ، فَطَلَبَهَا عبدُ اللَّهِ بنُ الزُّبَيْرِ، فَكَانَتْ عِنْدَهُ حتَّى قُتِلَ۔» ”رسول اللہ ﷺ نے زبیرؓ سے وہ نیزہ طلب فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کو دے دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو زبیرؓ نے وہ نیزہ واپس لے لیا۔ پھر ابو بکرؓ نے وہ نیزہ طلب فرمایا تو زبیرؓ نے انہیں دے دیا۔ جب ابو بکرؓ کا وصال ہو گیا تو عمرؓ نے وہ نیزہ مانگا تو انہوں نے انہیں دے دیا۔ جب عمرؓ شہید ہو گئے تو زبیرؓ نے وہ نیزہ واپس لے لیا۔ پھر عثمانؓ نے ان سے اس نیزہ کی درخواست کی تو انہوں نے انہیں دے دیا۔ جب عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ نیزہ آلِ علیؓ کے پاس آ گیا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ نے اس نیزہ کی درخواست کی، اور وہ ان کے پاس تب تک رہا جب تک کہ وہ بھی شہید کر دیئے گئے“۔

غزوۂ بدر میں زبیرؓ کو ضربیں لگیں اور وہ کافی زخمی ہو گئے۔ عروہؒ بیان کرتے ہیں: «كان في الزبير ثلاث ضربات: إحداهن في عاتقه، إن كنت لأدخل أصابعي فيها، ضرب ثنتين يوم بدر، وواحدة يوم اليرموك» ”زبیرؓ کے بدن پر تین گہرے گھاؤ تھے۔ ان میں سے ایک ان کے کندھے پر تھا، جو اس قدر گہرا تھا کہ میں اس میں اپنی انگلیاں ڈال سکتا تھا۔ ان میں سے دو زخم انہیں غزوۂ بدر کے دن لگے تھے، اور ایک زخم غزوۂ یرموک کے دن“۔

غزوۂ بدر کے دن زبیرؓ نے زرد عمامہ باندھا ہوا تھا، اور اللہ کے فرشتے بھی زرد عمامے باندھے ہوئے نازل ہوئے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْمَلائِكَةَ نَزَلَتْ عَلَى سِيمَاءِ الزُّبَيْرِ» ”بے شک فرشتے زبیرؓ کی مشابہت میں نازل ہوئے تھے“۔

غزوۂ بدر میں زبیرؓ نے انتہائی بہادری کے ساتھ قتال کیا، اور وہ تلوار اٹھانے والوں میں سب سے زیادہ دلیر اور نڈر مجاہدین میں شمار ہوتے تھے۔

غزوۂ اُحد:

غزوۂ اُحد کے موقع پر، جب بہت سے لوگ میدان چھوڑ گئے تھے، تو زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

زبیر بن عوامؓ غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے اور اُن صحابہؓ میں شامل تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے جنگ کے بعد قریش کے لشکر کا تعاقب کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کے حوالے سے بیان کرتی ہیں، ﴿**الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ**﴾ "وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہا، ان میں سے جو نیکی کرنے والے اور تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں، اُن کے لئے بڑا اجر ہے" (آلِ عمران؛3:172)، عائشہؓ نے عروہؒ سے فرمایا، «يا ابنَ أُختي، كانَ أبوكَ منهم: الزُّبَيْرُ وأبو بكرٍ، لما أصاب رسولَ الله ﷺ ما أصابَ يومَ أُحُدٍ، وانصرَفَ عنه المُشرِكونَ، خافَ أنْ يَرْجِعوا، قال: مَن يَذهَبُ في إثْرِهِم. فانتدَبَ مِنهُم سَبْعينَ رَجلًا، قال: كان فيهم أبو بكرٍ والزُّبَيْرُ» "اے میری بہن کے بیٹے! تمہارے آباء ان میں شامل تھے، زبیر اور ابو بکر۔ جب غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ تکلیف پہنچی، اور مشرکین واپس لوٹ گئے، تو آپ ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ پلٹ نہ آئیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، "ان کا تعاقب کرنے کون جائے گا؟" تو ستر آدمی تیار ہو گئے، جن میں ابو بکر اور الزبیر رضی اللہ عنہم شامل تھے"۔

جب غزوۂ اُحد کے بعد مسلمان جنگ کے قیدیوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ واپس آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے زبیرؓ کو حکم دیا کہ ابو عُزّہ الجُمحی کی گردن تن سے جدا کر دیں۔

ابن ہشام روایت کرتے ہیں: «كان رسول الله ﷺ أسره ببدر، ثم مَنَّ عليه (أي بالفداء)، فقال: يا رسول الله، أقلني، فقال رسول الله ﷺ: والله لا تمسح عارضيك بمكة بعدها وتقول خدعت محمدًا مرتين، اضرب عنقه يا زبير، فضرب عنقه» "رسول اللہ ﷺ نے ابو عَزّہ کو غزوۂ بدر میں قیدی بنایا تھا، پھر فدیہ کے بدلے اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس نے کہا، "اے اللہ کے رسول! مجھے معاف فرما دیجئے"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اللہ کی قسم! اب ایسا نہیں ہو گا کہ تم بعد میں مکہ جا کر گال پھلا کر بولتے پھرو کہ میں نے محمد ﷺ کو دو مرتبہ دھوکہ دیا ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، "اے زبیر! اس کی گردن اڑا دو"۔ چنانچہ زبیر نے اس کی گردن اڑا دی"۔

غزوۂ خندق:

غزوہ خندق میں نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ کی خبر لینے کے لیے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان سے فرمایا: «فداك أبي وأمي» "میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔

زبیرؓ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں انہوں نے نوفل بن عبد اللہ بن المغیرہ المخزومی کو قتل کیا۔ ابن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں، ”زبیرؓ نے اس پر ایسا وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا، یہاں تک کہ ان کی تلوار پر نشان پڑ گیا۔ پھر وہ یہ اشعار کہتے ہوئے واپس آئے: "إني امرؤ أحمي وأحتمي، عن النبي المصطفى الأمي" ”میں وہ شخص ہوں جو چنے ہوئے پیغمبر، اُمی نبی مصطفیٰ کی طرف سے دفاع کرتا ہوں اور حفاظت کرتا ہوں“۔

جب مسلمانوں میں یہ افواہ پھیلی کہ قبیلہ بنو قریظہ نے ان سے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو خدشہ ہوا کہ بنو قریظہ واقعتاً ان کے ساتھ کیے گئے عہد کو توڑ سکتے ہیں، تو آپ ﷺ نے زبیر بن عوامؓ کو ان کی خبر لانے کے لئے مقرر فرمایا۔

جابر بن عبد اللہ بن حرامؓ بیان کرتے ہیں، «قال رسول الله ﷺ يوم الأحزاب من يأتينا بخبر القوم فقال الزبير: أنا، ثم قال: من يأتينا بخبر القوم، فقال الزبير: أنا، ثم قال: من يأتينا بخبر القوم، فقال الزبير: أنا، ثم قال: إن لكل نبي حواريًا وإن حواريّ الزبير» ”جنگِ احزاب کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہمیں دشمن کی خبر لا کر دے گا؟“، زبیرؓ نے کہا: ”میں“۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ”کون ہمیں دشمن کی خبر لا کر دے گا؟“، زبیرؓ نے کہا: ”میں“۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، ”کون ہمیں دشمن کی خبر لا کر دے گا؟“، تو زبیرؓ نے کہا: ”میں“۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کا ایک خاص مددگار (حواری) ہوتا ہے، اور میرا حواری زبیر ہے“۔

چنانچہ زبیرؓ گئے، انہوں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور واپس آ کر عرض کیا: «يا رسول الله، رأيتهم يصلحون حصونهم ويدربون طرقهم، وقد جمعوا ماشيتهم» ”یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ وہ اپنے قلعے مضبوط کر رہے تھے اور راستوں کی نگرانی کر رہے تھے، اور انہوں نے اپنے مویشی بھی اکٹھے کر لیے تھے“۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے زبیرؓ کے لیے اپنے ماں باپ کے فدا ہونے کی دعا دی اور ان سے فرمایا، «فداك أبي وأمي» ”میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں“۔

عبد اللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں: «كنتُ يومَ الأحزابِ جعلتُ أنا وعمرُ بنُ أبي سلمةَ في النساءِ، فنظرتُ فإذا أنا بالزبيرِ على فرسِهِ يختلف إلى بني قريظةَ مرتينِ أو ثلاثًا، فلما رجعتُ قلتُ: يا أبتِ رأيتُكَ تختلفُ ؟ قال: أو هل رأيتَني يا بنيَّ؟ قلتُ: نعمْ، قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ قال: من يأتِ بني قريظةَ فيأتيني بخبرِهم. فانطلقتُ، فلما رجعتُ جمعَ لي رسولُ اللهِ ﷺ أبويهِ فقال: فداكَ أبي وأُمِّي» ”غزوۂ احزاب کے دن میں اور عمر بن ابی سلمہ عورتوں کے پاس محفوظ مقام میں موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ زبیرؓ اپنے گھوڑے پر دو تین مرتبہ بنو قریظہ کی طرف آ جا رہے ہیں۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے کہا، ”ابا جان! میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا تھا!“، انہوں نے فرمایا، ”بیٹے! کیا تم نے مجھے دیکھا تھا؟“ میں نے کہا، ”جی ہاں“ انہوں نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، ”کون

ہے جو بنو قریظہ کے پاس جاکر مجھے ان کی خبر لا دے؟" چنانچہ میں گیا۔ جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو فدا ہونے کی دعا دی اور فرمایا: "میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔

غزوۂ خیبر:

زبیرؓ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئے، اور اسی جنگ میں انہوں نے یاسر بن ابی زینب کو قتل کیا تھا، جو یہودی تھا اور مرحب کا بھائی تھا۔

ابنِ اسحاقؒ بیان کرتے ہیں، "أن أخا مرحب وهو ياسر، خرج بعده وهو يقول: هل من مبارز؟ فزعم هشام بن عروة أن الزبير خرج له، فقالت أمه صفية بنت عبد المطلب: يقتل ابني يا رسول الله، فقال: «بل ابنك يقتله إن شاء الله»، فالتقيا فقتله الزبير" "مرحب کا بھائی یاسر، اس کے بعد میدان میں نکلا اور للکارتے ہوئے کہا، "ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرے؟" ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ زبیرؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے۔ یہ دیکھ کر ان کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلبؓ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! میرا بیٹا مارا جائے گا؟" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "بلکہ ان شاء اللہ تمہارا بیٹا ہی اسے قتل کرے گا"۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ ہوا اور زبیرؓ نے یاسر کو قتل کر دیا"۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب کبھی زبیرؓ سے کہا جاتا، "اللہ کی قسم! اُس دن آپ کی تلوار بڑی تیز تھی!" تو وہ جواب دیتے، "والله ما كان بصارم، ولكني أكرهته" "اللہ کی قسم! میری تلوار در حقیقت تیز نہیں تھی، بلکہ میں نے پوری قوت سے اسے (دشمن پر) چلا دیا تھا"۔

فتحِ مکہ:

فتحِ مکہ، غزوۂ حُنین اور غزوۂ تبوک کے موقع پر زبیرؓ اولین صف میں شامل نمایاں سپہ سالاروں میں سے تھے۔

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا تاکہ اُس عورت کو پکڑیں جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لے کر جا رہی تھی۔ چنانچہ علی، زبیر اور مقداد گئے اور "روضہ خاخ" کے مقام پر، جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا، اُس عورت کو پکڑ لیا۔ انہوں نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے خط نہ نکالا تو وہ اس کی تلاشی لیں گے، پس عورت نے وہ خط انہیں دے دیا۔

اور جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو فتحِ مکہ کے موقع پر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک کے علم بردار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو دائیں جانب کے دستہ پر مقرر فرمایا، جبکہ زبیر بن عوام کو بائیں جانب کی فوج پر اور ابو عبیدہ کو درمیانی دستے (البياذقة) پر۔ اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔

جب مسلمان ابو سفیان کے پاس سے گزرے تو سعد بن عبادہ نے اس سے کہا، "آج جنگ کا دن ہے، آج حرمت حلال کر دی جائے گی، آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کر دی ہے"۔ جب رسول اللہ ﷺ ابو سفیان تک پہنچے تو اُس نے عرض کیا، "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ نے وہ بات سنی جو سعد نے کہی؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وما قال؟» "اُس نے کیا کہا؟" پھر لوگوں نے آپ ﷺ کے سامنے سعد کے الفاظ دہرا دیئے۔ اس پر عثمان اور عبد الرحمٰن بن عوف نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! ہمیں ڈر ہے کہ کہیں قریش انتقام نہ لے لیں"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بل اليوم يوم تعظَّم فيه الكعبة، اليوم يوم أعزَّ الله فيه قريشاً» "نہیں، بلکہ آج وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی، آج وہ دن ہے جس میں اللہ نے قریش کو عزت بخشی ہے"۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے سعد کو بلایا اور ان سے رایہ لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد بن عبادہ کو دے دیا، اور بعض روایات کے مطابق یہ جھنڈا زبیر کو دیا گیا۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے حجون کے مقام پر مسجدِ الفتح کے پاس اسلام کا جھنڈا نصب کیا، اور وہاں ان کے لئے ایک خیمہ بھی لگایا گیا۔ وہ وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے۔ تب عباس بن عبد المطلب نے ان سے کہا، "اے ابو عبد اللہ! کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ جھنڈا یہاں نصب کریں؟"

خلفائے راشدین کے دور میں:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد، زبیر رضی اللہ عنہ اُن افراد میں شامل تھے جو مدینہ کی حفاظت پر مقرر کیے گئے تھے، کیونکہ بہت سے عرب قبائل مرتد ہو گئے تھے اور متعدد بدو قبیلے مدینہ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

ابو بکر صدیقؓ نے شہر کے گرد رات کی پہرہ داری کا نظام قائم کیا تھا، ان محافظوں میں علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارتداد کی جنگیں لڑیں اور بعد میں شام کی جانب جہاد کے لئے چلے گئے۔

معرکۂ یرموک:

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے معرکۂ یرموک میں شرکت کی۔ یہ جنگ ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے آخری دور میں اور عمر فاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ہوئی تھی۔

ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں: "وقد كان فيمن شهد اليرموك الزبير بن العوام، وهو أفضل من هناك من الصحابة، وكان من فرسان الناس وشجعانهم، فاجتمع إليه جماعة من الأبطال يومئذ فقالوا: ألا تحمل

فنحمل معك؟ فقال: إنكم لا تثبتون. فقالوا: بلى، فحمل وحملوا فلما واجهوا صفوف الروم أحجموا وأقدم هو، فاخترق صفوف الروم حتى خرج من الجانب الآخر، وعاد إلى أصحابه ثم جاؤوا إليه مرة ثانية، ففعل كما فعل في الأولى، وجرح يومئذ جرحين بين كتفيه، وفي رواية: جرحًا" ''معرکہ یرموک میں شریک ہونے والوں میں زبیر بن عوام بھی تھے، اور کبار اور دلیر ترین صحابہ کرام میں سے شمار ہوتے تھے، نہایت ماہر گھڑ سوار تھے۔ اس دن کئی جانبازوں کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہوا اور انہوں نے کہا، ''کیا آپ حملہ نہیں کریں گے تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں؟''، زبیرؓ نے جواب میں فرمایا، ''تم ثابت قدم نہیں رہو گے''۔ انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں! (ہم ثابت قدم رہیں گے)''۔ پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا اور سب نے ان کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن جب وہ رومی فوج کی صفوں کے سامنے پہنچے تو زبیر کے ساتھی ہچکچا کر رک گئے اور وہ اکیلے آگے بڑھتے رہے اور رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے، پھر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گئے۔ پھر وہ ساتھی دوسری بار پھر ان کے پاس آئے، اور زبیرؓ نے وہی کیا جو پہلی مرتبہ کیا تھا۔ اُس دن انہیں اپنے کندھوں کے درمیان دو گہرے گھاؤ لگے تھے، اور ایک روایت کے مطابق ایک گھاؤ لگا تھا''۔

عروہ کہتے ہیں: "كان في الزبير ثلاث ضربات: إحداهن في عاتقه، إن كنت لأدخل أصابعي فيها، ضرب ثنتين يوم بدر، وواحدة يوم اليرموك" ''زبیرؓ کے بدن پر تین گہرے گھاؤ تھے۔ ان میں سے ایک ان کے کندھے پر تھا، جو اس قدر گہرا تھا کہ میں اس میں اپنی انگلیاں ڈال سکتا تھا۔ ان میں سے دو گھاؤ انہیں غزوۂ بدر کے دن لگے تھے، اور ایک زخم غزوۂ یرموک کے دن''۔

فتح مصر:

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فتحِ مصر میں بھی حصہ لیا۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی فتوحات کے لیے روانہ ہوئے تو انہوں نے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کمک طلب کی۔

خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بطور کمک روانہ کیا۔ مسلمان مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ یہ کمک بارہ ہزار جنگجو مجاہدین پر مشتمل تھی، اگرچہ بعض روایات میں دس ہزار جنگجوؤں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مسلمانوں کو زبیر بن عوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن اسود، اور مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہم جیسے نامور صحابہ کی آمد سے بہت خوشی ہوئی۔

شمس الدین ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ جب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ایک جنگجو کی حیثیت سے جہاد کے لیے مصر کی طرف روانہ ہوئے تو امیر مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: «إن الأرض قد وقع بها الطاعون، فلا تدخلها» ''اس علاقے میں طاعون پھیل چکا ہے، لہٰذا یہاں داخل نہ ہوں''۔ انہوں نے جواب دیا: «إنما خرجت للطعن والطاعون» ''میں تو طعن

(یعنی نیزے کے وار) اور طاعون دونوں کے لئے آگے بڑھ چکا ہوں"۔ پس وہ مصر میں داخل ہوئے، اور انہیں پیشانی پر ایک نیزے کا وار لگا جس سے وہ زخمی ہو گئے۔

بابل کا قلعہ فتح کرنے میں بھی زبیر رضی اللہ عنہ کا نمایاں کردار رہا تھا۔ وہ چند مسلمانوں کے ساتھ قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا، تو قلعہ والوں نے سمجھا کہ مسلمان قلعہ فتح کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مورچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زبیرؓ نیچے اترے اور قلعے کا دروازہ اسلامی لشکر کے لیے کھول دیا، اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب زبیرؓ فصیل پر چڑھ گئے تو قلعے کی محافظ فوج کو صورتحال کا اندازہ ہو گیا۔ انہوں نے خود ہی دروازہ عمرو بن العاص کے لیے کھول دیا اور صلح پر آمادگی ظاہر کی۔ عمروؓ نے ان کی صلح قبول کر لی۔ زبیرؓ نیچے اترے اور قلعے کے لوگوں کے ساتھ دروازے سے باہر آئے، اور یوں بابل کا قلعہ فتح ہو گیا۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس صلح نامے کے گواہ بھی تھے جو عمرو بن العاص نے اہلِ مصر سے کیا تھا۔

جب عمر بن خطابؓ کو زخمی کیا گیا اور وہ اپنی موت کے قریب تھے، تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کے بعد خلافت کا معاملہ چھ افراد کی باہمی مشاورت (شوریٰ) سے طے ہو، جن کے بارے میں جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے۔ وہ صحابہؓ یہ تھے: عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، زبیر بن عوامؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ۔

زبیر بن العوام کا مشہور قول:

زبیر بن عوامؓ نے فرمایا: نَحْنُ أُمَّةٌ لَا تَمُوتُ إِلَّا قَتْلَى، فَمَالِي أَرَى الْفِرَاشَ قَدْ كَثُرَ عَلَيْهَا الْأَمْوَاتُ؟ "ہم ایک ایسی امت ہیں جو شہادت کے سوا نہیں مرتی۔ تو پھر میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ اپنے بستر پر مرنے والوں کی تعداد کیوں بڑھتی جا رہی ہے؟"

شہادت:

زبیر بن العوام نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ غزوۂ بدر میں وہ دائیں جانب کے لشکر (میمنہ) کے سالار تھے، اور فتحِ مکہ میں مہاجرین کے تین رایات (جھنڈوں) میں سے ایک کے علمبردار تھے۔ اور مصر کی فتح میں عمرو بن العاصؓ کی مدد کے لیے عمر فاروقؓ نے جن صحابہؓ کو کمک کے طور پر بھیجا، ان میں بھی وہ شامل تھے۔ عمرؓ نے خلافت کے مشورے (شوریٰ) کے لیے جن چھ صحابہؓ کو نامزد کیا تھا، ان میں زبیرؓ بھی شامل تھے، اور انہوں نے فرمایا تھا: «هُمُ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ» "یہ وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے"۔

عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے بعد وہ قاتلانِ عثمان سے قصاص کے مطالبے کے لیے بصرہ گئے۔ پھر جنگِ جمل کے موقع پر عمرو بن جرموز نے انہیں شہید کر دیا۔ یہ واقعہ 36 ہجری کے رجب میں پیش آیا، اس وقت ان کی عمر چونسٹھ (64) سال تھی۔

وہ اس سے پہلے جنگ سے گریز کر چکے تھے، کیونکہ انہیں نبی کریم ﷺ کی وہ نصیحت یاد آ گئی تھی، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا، «إِنَّكَ سَتُقَاتِلُ عَلِيًّا وَأَنْتَ لَهُ ظَالِمٌ» ”تم علی سے جنگ کرو گے حالانکہ تم ہی ان پر ظلم کرنے والے ہو گے“۔ یوں وہ جنگ چھوڑ کر واپس ہو گئے، مگر بعد میں ان کے ساتھ دھوکا ہوا اور وہ شہید کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ الزبیرؓ پر رحم فرمائے، کہ وہ مسلمان مجاہد کی اُس علامت کے طور پر جانے جاتے تھے جو کبھی ذلت کو قبول نہیں کرتا، باطل کے خلاف خاموش نہیں رہتا، ثابت قدم رہتا ہے اور اسلام کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔

فہرست

اللہ تعالیٰ کے قوانین تبدیل نہیں ہوتے

تحریر: سُلافہ شومان رحمۃ اللہ علیہا

ہماری بہن، مصنفہ سُلافہ شومان، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف منتقل ہو گئیں۔ انتقال سے پہلے انہوں نے مجلہ "الوعی" کو اپنا آخری مقالہ بھیجا، جو فکری اور دعوتی میدانوں میں ان کے سفر کا ایک خوشگوار اختتام ثابت ہوا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے؛ بہن سُلافہ مجلے کے مصنفین اور خاندان کا حصہ تھیں، انہوں نے اپنے مخلص قلم سے وہ مواد پیش کیا جو امت کے درد کو محسوس کرتا تھا اور ان کی پختہ شعوری فکر کی ترجمانی کرتا تھا۔

ہم ان کے اہلِ خانہ اور اقارب کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں، اور اللہ **العلی، العظیم** سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے ہاں بہترین قبولیت سے نوازے، ان کی منزل کو باعزت بنائے، انہیں گناہوں اور خطاؤں سے پاک کر دے، اور ان کے لواحقین کو حسین صبر اور احتساب کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ایسی تعریف جو بکثرت، پاکیزہ اور بابرکت ہو، ایسی تعریف جو اس کی عظمت اور اس کے عظیم غلبے کے شایانِ شان ہو۔ درود و سلام ہو رسولوں کے سردار اور ان کے امام، ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور ان کی آل، ان کے صحابہ اور ان تمام ہستیوں پر جو قیامت تک ان ﷺ کی پیروی کریں اور ان ﷺ سے محبت رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(وَلَوۡ قَـٰتَلَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوَلَّوُاْ ٱلۡأَدۡبَـٰرَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ٢٢) (اور اگر کافر لوگ تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر لیتے، پھر نہ کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار[22])

عربی زبان میں سنت:

لفظ 'سُنّت' کے اصل حروف (سین اور نون ہیں جس کا مطلب ہے کسی چیز کا آسانی سے جاری ہونا اور مسلسل چلتے رہنا۔ اس کی جمع "سُنَن" ہے۔ یہ لفظ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے: یہ طریقہ اور سیرت کے معنی میں آتا ہے، خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ سُنت، کا مطلب عادت بھی ہے۔ اور "سُنَّةَ اللّٰه" سے مراد مخلوق کے بارے میں اللہ کا حکم ہے، یعنی وہ احکام جو اس نے اپنی مخلوق پر جاری کر رکھے ہیں۔ جب یہ لفظ شرعی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے، تو اس سے مراد وہ چیز ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، منع کیا یا تجویز کیا، قول اور فعل دونوں میں، جس کا قرآن پاک میں واضح طور پر ذکر نہیں ہے۔ اسی لیے شرعی دلائل میں کہا جاتا ہے: "الکتاب والسنۃ" یعنی قرآن اور حدیث۔ علمائے حدیث کی اصطلاح میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد وہ چیز ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، اور تقریر ہو، جسمانی یا اخلاقی خصوصیات کے لحاظ سے منسوب ہو یا کسی صحابی یا تابعی کی طرف منسوب کی ہو، ان

معاملات میں جہاں ذاتی رائے کا عنصر نہ ہو۔ اسلامی قانون میں، سنت سے مراد دین میں ایک قابل تعریف عمل ہے جو نہ تو واجب ہو اور نہ ہی ضروری ہو۔ سنت، سے مراد فطرت، کردار، صورت اور شکل بھی ہیں۔ مثلاً، کہا جاتا ہے کہ وہ صورت کے لحاظ سے اس سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ اہل سنت سے مراد اہل بدعت کے مخالف لوگ ہیں۔

جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے، لفظ "سنن" کا کوئی بھی اصطلاحی معنی اس قدر عام نہیں ہوا کہ وہ مادی قوانین کے مترادف ہو جائے، لہٰذا اس کا لسانی معنی اس سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن و حدیث میں "سنت" اور "سنن" کا استعمال اس طرز عمل یا بعض اعمال کے بعد انسانی معاشروں پر پڑنے والے اثرات کو ظاہر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے سنت قائم کی ہے اور مسلمانوں کو اسے جاننے یا دریافت کرنے کا حکم دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سنت خدا کا حکم ہے۔ اللہ کی سنت اس کے احکام ہیں جو اس نے اپنی مخلوق کے لیے مخصوص قوانین کے مطابق نافذ کیے ہیں۔

جس آیت کریمہ سے میں نے اپنی بحث کا آغاز کیا ہے اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں سنت کو قائم کیا ہے، یعنی مخصوص احکام و قوانین۔ یہ احکام نہ بدلتے ہیں اور نہ تبدیل ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے، اور آیت کریمہ اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اس آیت کا موضوع مومنوں کی نصرت کی وہ سنت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، جو انہیں ایمان پر قائم رہنے، اللہ سے مدد مانگنے اور اسی کی نصرت طلب کرنے کی صورت میں فتح اور تمکین کی بشارت دیتی ہے۔ اس میں دعوتی طریقوں اور ان کے نتائج کے لیے ایک سبق مضمر ہے، جو بشارت اور ڈرانے کے ساتھ ساتھ اچھے عمل کی ترغیب دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب درحقیقت ان کی پوری امت سے خطاب ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور کفار قریش کے درمیان لڑائی کی اجازت ہوتی جیسا کہ ہجرت کے چھٹے سال ہوا جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے نکلے لیکن مشرکین نے انہیں روک دیا، تو اگر لڑائی کی نوبت آتی تو حق والوں (مسلمانوں) کو باطل والوں (قریش کے کافروں) پر غلبہ اور فتح حاصل ہوتی۔ پھر اگلی آیت میں اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ یہ حکم (یعنی حق کی باطل پر اور ایمان کی کفر پر فتح) اللہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، بالفاظ دیگر، حق اور باطل کے درمیان کشمکش میں یہ اللہ کا اٹل حکم اور قانون ہے، بشرطیکہ اہل حق اللہ کی معیت میں ہوں۔ یہ اس امر کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ یہ قوانین اور احکام نہ بدلتے ہیں اور نہ تبدیل ہوتے ہیں۔

منکرین حق کو عذاب دینے سے متعلق اللہ کے قائم کردہ قوانین میں عبرت ہے۔ یہ سنت متکبروں کی جانب سے پیغمبروں کو جھٹلانے اور دنیاوی زندگی کے فریب میں مبتلا ہونے والوں کے لیے ہے۔ یہ قانون ان کے لیے ایک سبق کے طور پر بھی کام کرتے ہیں، جو ان لوگوں سے متعلق ہیں جو ان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے، پھر بھی آخرکار سزا کی لپیٹ میں آ گئے۔ یہ سچ اور باطل کے درمیان کشمکش

کو واضح کرتا ہے۔ قرآن پاک میں جو آیات اس معنی کی تصدیق اور تاکید کرتی ہیں ان کو دہرایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغۡفَرۡ لَهُم مَّا قَدۡ سَلَفَ وَإِن يَعُودُواْ فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٣٨)** [الأنفال: 38]. **(ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ ہو چکا ہے اسے معاف کر دیا جائے گا، لیکن اگر وہ (کفر کی طرف) لوٹ جائیں تو پہلے لوگوں کی نظیر گزر چکی ہے۔)** [الانفال: 38]۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ٩ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ فِي شِيَعِ ٱلۡأَوَّلِينَ ١٠ وَمَا يَأۡتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ١١ كَذَٰلِكَ نَسۡلُكُهُۥ فِي قُلُوبِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ ١٢ لَا يُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ ٱلۡأَوَّلِينَ ١٣) [الحجر: 9-13].** **(بے شک ہم نے نصیحت (قرآن) کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے نگہبان ہوں گے اور ہم نے تم سے پہلے امتوں کے فرقوں میں بھی رسول بھیجے ہیں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اس طرح ہم اسے مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے اور پہلے لوگوں کی نظیر گزر چکی ہے)**۔ [الحجر: 9-13]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(وَإِن كَادُواْ لَيَسۡتَفِزُّونَكَ مِنَ ٱلۡأَرۡضِ لِيُخۡرِجُوكَ مِنۡهَاۖ وَإِذٗا لَّا يَلۡبَثُونَ خِلَٰفَكَ إِلَّا قَلِيلٗا ٧٦ سُنَّةَ مَن قَدۡ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِن رُّسُلِنَاۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيلًا ٧٧)** [الإسراء: 76-77] **(اور وہ تمہیں اس ملک سے نکالنے والے تھے کہ تم کو وہاں سے نکال دیں اور پھر وہ تمہارے بعد کچھ ہی عرصہ باقی رہ سکتے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جو ہم نے تم سے پہلے اپنے پیغمبر بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔)**

معاشرتی سنت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حق اور باطل کے درمیان یہ کشمکش محض حق سے بغض اور نفرت تک محدود نہیں رہتی، بلکہ یہ عداوت کو ظاہر کرنے اور اہلِ دعوت سے مقابلہ آرائی تک منتقل ہو جاتی ہے۔ باطل محض سچائی کے وجود سے بھی مطمئن نہیں ہوتا، کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ حق میں ایک متحرک، غیر ساکن ذاتی قوت موجود ہے جو صرف پھیلنے، وسعت اختیار کرنے، اثر ڈالنے، مددگار اور پیروکار حاصل کرنے، اور غلبہ و حکمرانی قائم کرنے کو قبول کرتی ہے۔ اور اللہ کی سنت یہ ہے کہ حق غالب آتا ہے، اگرچہ اس میں کچھ دیر لگ جائے، اور اگر کسی دن باطل کو عارضی حکومت مل بھی جائے تو وہ دائمی نہیں ہوتی؛ باطل جلد ہی مٹ جاتا ہے اور حق قائم ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ داعیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیں، انہیں قید کر دیں، یا انہیں قتل کر دیں، باطل کبھی بھی حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔ یہ ایک اٹل سنت ہے جو نہ بدلتی ہے اور نہ اس میں تبدیلی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **(مَّا كَانَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٖ فِيمَا فَرَضَ ٱللَّهُ لَهُۥۖ سُنَّةَ ٱللَّهِ فِي ٱلَّذِينَ خَلَوۡاْ مِن قَبۡلُۚ وَكَانَ أَمۡرُ ٱللَّهِ قَدَرٗا مَّقۡدُورًا ٣٨) [الأحزاب: 38]** {فاطر: 42-43} **(نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو اللہ نے ان پر فرض کر دیا ہے، یہ اللہ کا قائم کردہ طریقہ ہے جو پہلے گزر چکے لوگوں میں بھی جاری رہا، اور اللہ کا حکم طے شدہ ہے۔)** [الاحزاب: 38] **اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**

(وَأَقۡسَمُواْ بِٱللَّهِ جَهۡدَ أَيۡمَٰنِهِمۡ لَئِن جَآءَهُمۡ نَذِيرٞ لَّيَكُونُنَّ أَهۡدَىٰ مِنۡ إِحۡدَى ٱلۡأُمَمِۖ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيرٞ مَّا زَادَهُمۡ إِلَّا نُفُورًا ٤٢ ٱسۡتِكۡبَارٗا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَكۡرَ ٱلسَّيِّيِٕۚ وَلَا يَحِيقُ ٱلۡمَكۡرُ ٱلسَّيِّئُ إِلَّا بِأَهۡلِهِۦۚ فَهَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ ٱلۡأَوَّلِينَۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَبۡدِيلٗاۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَحۡوِيلًا

٤٣) "اور انہوں نے اپنی قسموں میں حد بھر کی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور تمام امتوں میں سے (ہر) ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے (لیکن) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا۔ زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکر و فریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے) اور برا مکر و فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے، تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کر رہے ہیں تو تم ہرگز اللہ کے دستور کیلئے تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہرگز اللہ کے قانون کیلئے ٹالنا نہ پاؤ گے۔"[فاطر:42-43]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (أَفَلَمۡ يَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَيَنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۚ كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِنۡهُمۡ وَأَشَدَّ قُوَّةٗ وَءَاثَارٗا فِي ٱلۡأَرۡضِ فَمَآ أَغۡنَىٰ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ٨٢فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَرِحُواْ بِمَا عِندَهُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ٨٣ فَلَمَّا رَأَوۡاْ بَأۡسَنَا قَالُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَحۡدَهُۥ وَكَفَرۡنَا بِمَا كُنَّا بِهِۦ مُشۡرِكِينَ ٨٤ فَلَمۡ يَكُ يَنفَعُهُمۡ إِيمَٰنُهُمۡ لَمَّا رَأَوۡاْ بَأۡسَنَاۖ سُنَّتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي قَدۡ خَلَتۡ فِي عِبَادِهِۦۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ ٱلۡكَٰفِرُونَ٨٥) [غافر:82-85].(کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ تعداد اور طاقت اور زمین پر نشانوں میں ان سے زیادہ طاقتور تھے، لیکن جو کچھ وہ کماتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آیا، 82 پھر جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر خوش ہوئے کہ ان کے پاس جو علم تھا اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرنے والی تھی، پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم صرف اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم شریک بناتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ یہ اللہ کا قائم کردہ طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا ہے۔ اور وہاں کافر ہار گئے۔)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ ١٣٣ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلۡكَٰظِمِينَ ٱلۡغَيۡظَ وَٱلۡعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ١٣٤ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوۡ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسۡتَغۡفَرُواْ لِذُنُوبِهِمۡ وَمَن يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمۡ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ١٣٥ أُوْلَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغۡفِرَةٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَجَنَّٰتٞ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَنِعۡمَ أَجۡرُ ٱلۡعَٰمِلِينَ ١٣٦ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُمۡ سُنَنٞ فَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلۡمُكَذِّبِينَ(١٣٧) [آل عمران:133-137](اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور اس باغ کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، وہ لوگ جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کرتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں تو ان کو اللہ یاد آجاتا ہے تو وہ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور سوائے اللہ کے گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ وہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی

ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ یقیناً کئی طریقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں تو تم چلو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا جھٹلانے والوں کا انجام[آل عمران:133-137]۔

ان آیات مبارکہ کے ذریعے اور ان پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی سنت یا اللہ کی سنتیں اللہ کے وہ احکام اور قوانین ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اس زندگی میں نافذ کئے ہیں اور ان میں کوئی تغیر یا تبدیلی نہیں کی جاتی ہے۔

پہلا: زمین پر انسان کی جانشینی - صحیح اور غلط کے درمیان تصادم کی روایت کا پیش خیمہ:

انسان زمین پر اللہ کے نائب ہے، جن کو اس کے الٰہی منصوبے کے مطابق دنیا کی نشوونما کا کام سونپا گیا ہے، جس میں بغیر کسی شریک کے صرف اسی کی عبادت کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَإِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ خَلِيفَةٗۖ قَالُوٓاْ أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ٣٠)**[البقرة: 30]. **(اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بناؤں گا، انہوں نے کہا: کیا تو اس پر ایسے شخص کو کھڑا کرے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے، جب کہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں؟) اس نے کہا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(30)**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ ٥٦)**[الذاريات: 56]. **(اور میں نے نہیں بنایا جن اور انسان کو سوائے میری عبادت کے لیے۔)**[الذاریات:56]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ٥) [البينة: 5] (اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے دین میں خالص ہو کر حق کی طرف مائل ہوں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی صحیح دین ہے۔**[البینۃ:5]

یہ آیات اللہ کے قائم کردہ قوانین میں سے ایک کی تصدیق کرتی ہیں: کہ اس نے بنی نوع انسان کو بیکار نہیں بنایا، بلکہ ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا ہے جو انسانیت کو بلند کرتا ہے، اسے جانوروں کی طرح پست ہونے سے روکتا ہے۔

یہ ہدف اللہ کے منہج (طریقہ) کے مطابق زمین کو آباد کرنے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرنے میں پوشیدہ ہے، اور اس کا اعلیٰ مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا، اور پھر آخرت میں جنت کی کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ، اس ہدف اور غایت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو بطورِ انسان عزت اور کرامت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ كَثِيرٖ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيلٗا ٧٠)** [الإسراء:70]. **(اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا ہے اور انہیں پاکیزہ چیزیں مہیا کی ہیں اور ان کو اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے زیادہ پر فضیلت دی ہے۔)**[الاسراء:70]۔

دوم: آزمائش کی سنت:

یہ آزمائش مومن کو کافر سے، مطیع کو نافرمان یا فاسق سے، اور ناپاک کو پاکیزہ سے ممتاز کرنے کے لیے ہے، اور بالآخر اہل حق کو اہل باطل سے جدا کرنے کے لیے ہے، تاکہ اہل حق دنیا میں نصرت اور تمکین کے ذریعے اور آخرت میں جنت کے ذریعے ثواب کے مستحق ٹھہریں، جبکہ اہل باطل دنیا میں عذاب اور آخرت میں جہنم کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:: **﴿ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡغَفُورُ ٢﴾[الملك: 2].(وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔)(الملک:2)۔** اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿ الٓمٓ ١ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتۡرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُونَ ٢ وَلَقَدۡ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۖ فَلَيَعۡلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعۡلَمَنَّ ٱلۡكَٰذِبِينَ ٣﴾[العنکبوت:1-3](الف، لام، میم۔ 1 کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اکیلے چھوڑ دیے جائیں گے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور ان کی آزمائش نہیں ہو گی؟ ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ ضرور ظاہر کرے گا کہ کون سچے ہیں، اور وہ ضرور جھوٹوں کو ظاہر کر دے گا)۔**

یہ الٰہی قوانین علت و معلول سے ماخوذ ہیں اور قرآن میں مختلف مقامات پر ان قوانین کے اشارے ہیں۔ آزمائشوں کے پیچھے جو حکمتیں ہیں ان میں سے مومن کے صبر، اس کے ایمان کے اخلاص اور اس کے استقامت کو جانچنا اور اس کی دنیا میں فتح اور آخرت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی اہلیت کا تعین کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **﴿أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تَدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَأۡتِكُم مَّثَلُ ٱلَّذِينَ خَلَوۡاْ مِن قَبۡلِكُمۖ مَّسَّتۡهُمُ ٱلۡبَأۡسَآءُ وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُواْ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصۡرُ ٱللَّهِۗ أَلَآ إِنَّ نَصۡرَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ ٢١٤﴾ [البقرة: 214]. (کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے لوگوں پر آئی تھی، انہیں سختی اور تکلیف نے چھو لیا اور ہلا کر رکھ دیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں نے کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے):**

{البقرۃ:214}

وقال تعالى: ﴿أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تُتۡرَكُواْ وَلَمَّا يَعۡلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ مِنكُمۡ وَلَمۡ يَتَّخِذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَا رَسُولِهِۦ وَلَا ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَلِيجَةٗۚ وَٱللَّهُ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ ١٦﴾[التوبة: 16].(کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا اس حال میں کہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے علاوہ کسی کو دوست نہیں بناتے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔)[التوبہ:16]

آزمائشوں کی سنت ہم پر اپنے مومن بندوں کے ساتھ اللہ کی رحمت، سخاوت اور انصاف کی حد کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ مومن جب آزمائشوں کا مقابلہ صبر اور اللہ کی تقدیر اور تقدیر کو قبول کرنے کے ساتھ کرتا ہے تو یہ اس کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِأَهۡلِ ٱلۡمَدِينَةِ وَمَنۡ حَوۡلَهُم مِّنَ ٱلۡأَعۡرَابِ أَن يَتَخَلَّفُواْ عَن رَّسُولِ ٱللَّهِ...﴾ [التوبة: 120-121]. (مدینہ والوں اور اس کے آس پاس کے بدوؤں کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہیں...)[التوبہ:120-121]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ما يُصِيبُ المُسْلِمَ، مِن نَصَبٍ ولَا وصَبٍ، ولَا هَمٍّ ولَا حُزْنٍ ولَا أذًى ولَا غَمٍّ، حتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بهَا مِن خَطَايَاهُ» "مومن کو کوئی تھکاوٹ، بیماری، فکر، رنج، غم، تکلیف یا دکھ نہیں پہنچتا، حتیٰ کہ کانٹا بھی نہیں چبھتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: «لا تُصِيبُ المُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فما فَوْقَها، إلَّا قَصَّ اللَّهُ بها مِن خَطِيئَتِهِ» "مومن کو کوئی چیز نہیں پہنچتی، حتیٰ کہ کانٹا بھی نہیں چبھتا یا اس سے بڑی چیز، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو کم کر دیتا ہے"۔ اور فرمایا: «ما يزالُ البلاءُ بالمؤمنِ والمؤمنةِ في نفسِه وولدِه ومالِه حتَّى يلقَى اللهَ تعالَى وما عليه خطيئةٌ» "مومن مرد اور عورت کو ان کے جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہیں گی، یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملیں گے اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔"

سورہ بقرہ کی آیت اس سنت کی واضح تصدیق کے لیے آئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ ١٥٥ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ١٥٦ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ١٥٧﴾ [البقرۃ:155-157] (اور ہم تمہیں ضرور کسی نہ کسی خوف اور بھوک اور مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے، لیکن ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو، جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عنایتیں اور رحمتیں ہیں۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (البقرۃ:155-157)۔

تیسرا: اللہ نے انسان کو صحیح اور غلط میں سے انتخاب کرنے کا اختیار دیا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُمۡ سُنَنٞ فَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلۡمُكَذِّبِينَ ١٣٧﴾ (تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ پس زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔[آل عمران 137]

﴿قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغۡفَرۡ لَهُم مَّا قَدۡ سَلَفَ وَإِن يَعُودُواْ فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٣٨﴾ (کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ باز آ جائیں تو ان کے لیے جو گزر چکا ہے معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ (کفر کی طرف) لوٹ جائیں تو پہلے لوگوں کی نظیر گزر چکی ہے۔)[الانفال 38]

(وَمَا يَأۡتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ١١ كَذَٰلِكَ نَسۡلُكُهُۥ فِي قُلُوبِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ ١٢ لَا يُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ ٱلۡأَوَّلِينَ ١٣) (اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس طرح ہم اسے مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور پہلے لوگوں کی نظیر گزر چکی ہے۔)[11-13 الحجر]

یہ عظیم آیات ایک ابدی اور آفاقی سچائی اور ایک غیر متبدل الہی قانون کو ظاہر کرتی ہیں: حق اور باطل کے درمیان دائمی جدوجہد۔ یہ ماضی کی قوموں کا نمونہ رہا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے کس طرح کافروں کو سزا دی، ہر دور میں کافروں کے لیے عبرت کا کام کرتا رہا۔ یہ مومنوں کو سکھاتا ہے کہ جنت کا راستہ آزمائشوں، تضحیک، انکار اور رد سے بھرا ہوا ہے، اور یہ کہ ظالموں کے دل ان کے اپنے اعمال کی بدولت ایمان سے اندھے ہو جاتے ہیں، اس طرح انہیں ایمان لانے سے روک دیا جاتا ہے۔ خدا نے بنی نوع انسان کو حق یا باطل، ایمان یا کفر، بھلائی کا راستہ یا برائی کا راستہ چننے کا اختیار دیا ہے، انہیں یہ آزادی دی ہے کہ وہ اہل حق یا اہل باطل میں سے کسی ایک راستے پر چلیں۔ لہٰذا، ہر شخص اپنی پسند کے لیے جوابدہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لَآ أُقۡسِمُ بِهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ ١ وَأَنتَ حِلُّۢ بِهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ ٢ وَوَالِدٖ وَمَا وَلَدَ ٣ لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ فِي كَبَدٍ ٤ أَيَحۡسَبُ أَن لَّن يَقۡدِرَ عَلَيۡهِ أَحَدٞ ٥ يَقُولُ أَهۡلَكۡتُ مَالٗا لُّبَدًا ٦ أَيَحۡسَبُ أَن لَّمۡ يَرَهُۥٓ أَحَدٌ ٧ أَلَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ عَيۡنَيۡنِ ٨ وَلِسَانٗا وَشَفَتَيۡنِ ٩ وَهَدَيۡنَٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ١٠)[البلد:1-10]. (مجھے اس شہر (مکہ) کی قسم ہے اور تم اس شہر میں رہنے والے ہو اور باپ اور اس کی اولاد قسم ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی طاقت نہیں رکھتا، وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت زیادہ مال خرچ کیا، کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا، کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائیں؟ اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے)[البلاد:1-10]۔

"النجدان" سے مراد دو راستے ہیں: نیکی کا راستہ اور برائی کا راستہ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا ١ إِنَّا خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ مِن نُّطۡفَةٍ أَمۡشَاجٖ نَّبۡتَلِيهِ فَجَعَلۡنَٰهُ سَمِيعَۢا بَصِيرًا ٢ إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا ٣) [الإنسان:1-3]. (کیا انسان پر ایک ایسا زمانہ نہیں آیا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا؟1 بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا تا کہ ہم اسے آزمائیں، اور ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا، بے شک ہم نے اسے راستہ دکھایا، خواہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا)

یہ انسانی ذمہ داری اور جوابدہی کا دائرہ ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو یہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ اچھائی اور برائی، حق و باطل میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے، اس کے منہج اور راستے پر چلے، یا اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اس کے بعد جزا یا سزا کا تعین ان کی پسند سے ہوتا ہے: اگر وہ حق کا راستہ اختیار کرتے ہیں، تو انہیں اس زندگی میں خدا کی طرف سے فتح اور طاقت ملے گی، اور، آخرت میں اللہ کی

رضا، بخشش، اور جنت، جو آسمانوں اور زمین کی طرح وسیع ہے۔ لیکن اگر وہ روئے زمین پر باطل، کفر، انکار اور فساد کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ان کی سزا دنیا اور آخرت میں خدا کا غضب ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **(قُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٣٨ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَآ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ٣٩)** [البقرة:38-39]۔ **(ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ، اور جب تم کو میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا، ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)**

چوتھا: حق و باطل کے درمیان جاری کشمکش:

حق اور باطل کے درمیان، نیکی اور بدی کے راستے کے درمیان، اہل حق اور اہل باطل کے درمیان ایک ناگزیر کشمکش ہے جس میں وہ کبھی نہیں مل سکتے۔ چنانچہ اہل حق اور اہل باطل کا رشتہ دشمنی کا ہے۔ اہل حق کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اہل باطل کو اپنا دشمن سمجھیں۔ فطری طور پر، اس جدوجہد کا نتیجہ باطل پر حق کی فتح ہے، بشرطیکہ کہ اہل حق کو اللہ کی حمایت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتُ بَعْضُهُم مِّنۢ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ٦٧ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتِ وَٱلْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ٦٨) (منافق مرد اور عورتیں سب یکساں ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ روکتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے، اس لیے اللہ نے انہیں بھلا دیا، بے شک منافق ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور عورتوں سے اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان کے لیے کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔)** [التوبہ: 67-68]۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **(وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٧١)** [التوبة: 71] **(مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔)**

جو چیز اس تنازعہ اور اس دشمنی کی تصدیق کرتی ہے وہ اسلام اور اس کے لوگوں کو ختم کرنے کے لیے کفار کی مستقل سوچ ہے، چاہے وہ اس مقصد کے لیے اپنا مال، کوشش اور وقت کیوں نہ قربان کر دیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:(إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَۗ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ٣٦) (بے شک کافر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) راہِ خدا سے روکیں، پس وہ اسے خرچ کریں گے، پھر یہ ان کے لیے حسرت ہے، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے، اور کافر جہنم میں جمع کیے جائیں گے۔)(الانفال:36)

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن نے اس تنازعہ اور اس دشمنی کو کس طرح تاکید کے ساتھ بیان کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ہے:(وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَـٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِي جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ١٢٠)(اور یہود و نصاریٰ تم سے ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی نہ کرو، کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور اگر تم ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگو، اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے، تو اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا) (البقرۃ:120)

اس لیے ایک مسلمان، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کو دشمنی اور ناگزیر تصادم کا تعلق سمجھتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان ان سے دوستی نہ کریں جیسا کہ ارشاد ہے:(يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُواْ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُواْ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَـٰدًا فِي سَبِيلِي وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِيۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ١)(اے ایمان والو! میرے اور تمہارے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجو، جبکہ وہ اس حق کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ رسول کو اور تمہیں محض اس لیے باہر نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو، (تب بھی) تم خفیہ طور پر ان کی طرف دوستی بھیجتے ہو، حالانکہ جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا، تو بلاشبہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا)[الممتحنۃ:1]۔

پانچواں: ابلیس (شیطان) کا فتنہ:

اللہ نے ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو شیطانوں میں سے پیدا کیا۔ وہ جنوں کی دنیا سے ہے۔ جب اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ نے اسے اپنی رحمت سے نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے آپ سے عہد کیا کہ وہ انسان کو آزمانے اور اسے حق کی راہ سے ہٹانے کا کام کرے گا۔ یہ انسان کے لیے اس کے ایمان کی مضبوطی اور خلوص اور خدا کی اطاعت کے لیے اس کے شوق کا امتحان اور آزمائش ہے۔

شیطان کی آزمائشیں انسان کو اس کے نقشِ قدم پر چلنے کا بہانہ نہیں دیتیں کیونکہ اللہ رحیم اور عادل ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کے ذریعے انسان کو شیطان کے راستے پر چلنے سے بارہا تنبیہ کی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اس کا انسان پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ جو بھی شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اپنی مرضی سے اپنے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے کرتا ہے۔ جہاں تک سچے مومن کا تعلق ہے، تو شیطان کو ان پر اثر انداز ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ وَمَن يَتَّبِعۡ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأۡمُرُ بِٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۚ وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنۡ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَآءُۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٢١) (اے ایمان والو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اور جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلے تو وہ بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور اللہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔)** [النور:21]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(أَلَمۡ أَعۡهَدۡ إِلَيۡكُمۡ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعۡبُدُواْ ٱلشَّيۡطَٰنَۖ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ٦٠ وَأَنِ ٱعۡبُدُونِيۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ ٦١ وَلَقَدۡ أَضَلَّ مِنكُمۡ جِبِلّٗا كَثِيرًاۖ أَفَلَمۡ تَكُونُواْ تَعۡقِلُونَ ٦٢)** [یس: 60-62]. **(اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے، اور اس نے تم میں سے ایک بڑی جماعت کو گمراہ کر دیا ہے پھر کیا تم نے عقل سے کام نہیں لیا؟)**

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلۡغَرُورُ ٥ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمۡ عَدُوّٞ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّاۚ إِنَّمَا يَدۡعُواْ حِزۡبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ٦) (اے لوگو، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس لیے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ دھوکے باز بھی تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈالے، بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، لہٰذا اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنی جماعت کو دوزخ کے ساتھیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔)** [فاطر:5-6]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ حَلَٰلٗا طَيِّبٗا وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ ١٦٨ إِنَّمَا يَأۡمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلۡفَحۡشَآءِ وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ١٦٩)** [البقرۃ:168-169]. **(اے لوگو، زمین پر جو کچھ حلال اور پاکیزہ ہے اسے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ کے بارے میں ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے)۔** [البقرۃ:168-169]

چھٹا: مسلمانوں کا ان قوانین سے تعامل

اللہ نے بنی نوع انسان کو ایک مخصوص، غیر متغیر فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس میں انسانوں کے پاس ایک ایسی اہم توانائی ہے جو فطری طور پر اس کائنات کی مخلوقات اور قوانین کے ساتھ ان کی ضروریات اور جبلتوں کو پورا کرنے کے لیے ان کو متحرک کرتی ہے،

اس کے علاوہ وہ عقلبھی عطاء کی ہے جو انھیں تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، اور جو ان کی اخلاقی ذمہ داری کی بنیاد ہے۔ لہٰذا، انسانوں کولازمی طور پر ان قوانین کے ساتھ تعامل اور ان سے متاثر ہونا چاہیے۔

تو ان الٰہی قوانین کا انسانی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے؟ اس میدان میں ہمارے لیے اہم موضوع مسلمان فرد کی ذات ہے۔ چونکہ کسی بھی انسان کا طرزِ عمل اس کے تصورِ حیات پر مبنی ہوتا ہے، یعنی اس کے ایمان پر، اور چونکہ اسلامی عقیدہ ہی صحیح عقیدہ ہے، اس لیے قوانینِ الٰہی پر یقین اور ان کی غیر تغیر پذیری اس عظیم عقیدے کا حصہ ہے، جس پر ملت اسلامیہ کی تشکیل ہوئی، اور یہ اس کے اتحاد، طاقت، ثقافت، تہذیب اور قدیم ورثے کی بنیاد تھی، اور اسی کے نتیجے میں ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک اس کی عزت، فتح اور غلبہ (حکمرانی) برقرار رہا۔

اللہ کے قوانین مسلمان کے لیے اس کی زندگی کے حصول میں رکاوٹ نہیں ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو زمین پر اپنے خلیفہ کے طور پر مقرر کیا ہے کہ وہ عبادت اور ترقی میں زندگی گزاریں، اور اس الٰہی راستے پر چلیں جو اس نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے۔ ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان، اور عقیدہ کے تمام معاملات میں، جس میں یہ یقین بھی شامل ہے کہ اللہ کے قوانین ناقابل تغیر اور غیر متغیر ہیں، اسے اس زندگی میں کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے، اور اس طرح اس کی بخشش حاصل کرے اور جنت میں داخل ہو۔

کیونکہ جب ایک مسلمان جانتا ہے کہ اسے زمین کو آباد اور اللہ کی عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ ہر عمل کا جوابدہ ہوگا، تو یہ فہم اسے آخرت اور اس کے حساب اور اجر کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری کوشش اور عزم کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ کبھی نہیں تھکتا اور نہ ہی اکتاتا ہے، اور وہ زندگی بھر ایک مخلص اور کارگر بندے کی مثال بنتا ہے، اور وہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اس قول کی زندہ تصویر ہوتا ہے: "اپنی دنیا کی زندگی کے لیے اس طرح کام کرو جیسے تم ہمیشہ زندہ رہو گے، اور اپنی آخرت کے لیے ایسے کام کرو جیسے تم کل مر جاؤ گے۔" اور درج ذیل آیت کا اطلاق مسلمان پر نہیں ہوتا: **(وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلۡبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلۡخِصَامِ ٢٠٤ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ ٢٠٥ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتۡهُ ٱلۡعِزَّةُ بِٱلۡإِثۡمِۚ فَحَسۡبُهُۥ جَهَنَّمُۖ وَلَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ ٢٠٦)** (اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں تمہیں پسند آئے اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بنا کر پکارتا ہے اور وہ سب سے سخت دشمن ہے۔ اور جب وہ منہ موڑتا ہے تو سارے ملک میں فساد پھیلانے اور فصلوں اور جانوروں کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا، اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈرو تو عزت نفس اس کو گناہ میں جکڑ لیتی ہے تو اس کے لیے جہنم کافی ہے، اور وہ کیا ہی بری آرام گاہ ہے) (البقرۃ:204-206)

بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لاگو ہوتا ہے: **(وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡرِي نَفۡسَهُ ٱبۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ ٱللَّهِۚ وَٱللَّهُ رَءُوفُۢ بِٱلۡعِبَادِ ٢٠٧)**[البقرۃ:207]. **"اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو بیچ ڈالتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"**

اور اس کا ارشاد ہے: **(قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١٦٢)(کہہ دو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔)**(الانعام:162)۔

مزید بر آں، دو راستوں کے ناگزیر ہونے پر مسلمان کا عقیدہ، حق کا راستہ اور باطل کا راستہ، اور ان کے درمیان تصادم کی ناگزیریت، اور حق کی فتح کی ناگزیریت، اور یہ کہ فتح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، مسلمان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ حق کی تلاش اور تحقیق کرے، پھر اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کرے۔ نہ صرف یہ، بلکہ یہ اسے اسلام کو پھیلانے کے لیے کام کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے، کیونکہ اللہ نے ہم پر دوسروں کو اسلام کی طرف بلانے کو فرض کیا ہے۔ مسلمان کوشش کرتا ہے کہ ہمیشہ اللہ کی نگہبانی میں رہے اور فتح حاصل کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں حکم اور ہدایت دی ہے۔ مسلمان مایوسی اور حوصلہ شکنی سے بہت دور ہے۔ بلکہ، وہ اپنے کام میں متحرک اور فعال ہے، ہمیشہ فتح اور کامیابی کے بارے میں پر امید ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا فرض کام کرنا ہے، اور خدا وہی ہے جو فتح اور کامیابی کے نتائج دیتا ہے۔

مزید بر آں، آزمائشوں کی خدائی سنت پر ایک مسلمان کا یقین اسے ایک صابر، اللہ کے عدل پر مطمئن اور اس کی قضا و قدر پر راضی رہنے والا انسان بنا دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آزمائشوں میں حکمت اور رحم ہے۔ آزمائشوں کے ذریعے، لوگوں کو پہچانا جاتا ہے: اچھے کو برے سے، اور ان کے ایمان کی سچائی یا عدم سچائی واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک رحمت بھی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے فرمان کو قبول کرنا اور آزمائشوں میں اس کا صبر اس کے گناہوں کا کفارہ اور اللہ کے نزدیک اس کا درجہ بلند کر دے گا۔ یہ اسے ایک مثبت انسان بناتا ہے۔ اللہ جتنا زیادہ اس کا امتحان لیتا ہے، اتنا ہی اس کا ایمان، اللہ پر بھروسہ اور مثبت نقطہ نظر میں اضافہ ہوتا ہے، مایوسی اور مایوسی سے بہت دور ہوتا ہے، اور عزم و ارادے کے ساتھ راستے پر چلنے کا عزم کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«عَجَباً لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لأَحَدٍ إِلاَّ لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ» "مسلمان کا معاملہ کتنا عجیب ہے، بے شک اس کے تمام معاملات اس کے لیے بہتر ہیں، اور یہ کسی کو حاصل نہیں مگر مومن کو، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اور وہ اس کے لیے اچھا ہے، اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے، اور یہ اس کے لیے اچھا ہے۔"**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **(إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجۡرَهُم بِغَيۡرِ حِسَابٖ)** [الزمر: 10]**(بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔)**[الزمر:10]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **(وَإِذۡ تَأَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡۖ وَلَئِن كَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ٧) [إبراهيم: 7] (اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم انکار کرو گے تو بے شک میرا عذاب سخت ہے۔)** (ابراہیم: 7)۔

اس سنت کے ذریعے، مسلمان اس دنیا کی اصل نوعیت کو سمجھتا ہے: یہ آزمائش کی جگہ ہے اور ایک ایسا مرحلہ ہے جو ختم ہونے والا ہے، جو آخرت کی ابدی زندگی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ آخرت کا راستہ ہے۔ اس لیے دنیا میں اس کا عمل آخرت کے لیے ہے اور اگر اس سے اسے کچھ حاصل نہ ہو تب بھی اسے کوئی فکر نہیں کیونکہ اس کی آخری جزا آخرت اور اس کی فتح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«موعدي معكم ليس الدنيا، موعدي معكم الآخرة» میرا وعدہ تمہارے ساتھ دنیا نہیں ہے، میرا وعدہ تمہارے ساتھ آخرت ہے۔**" مسلمان ایک مخلص اور محنتی کارکن ہے، بہادر لڑاکا، دشمنوں سے لڑنے میں دلیر اور موت سے بے خوف ہے، کیونکہ اسے یقین ہے کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ایک متقی عبادت گزار بھی ہے۔ مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے: دن کو شہسوار، رات کو راہب۔

آخر میں: میرے پاس اس موضوع کو اس جامع حدیث کے ساتھ ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، جو ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے تخلیق میں جاری قوانین (سُنَن) کو یاد دلاتی ہے۔ اور مسلمان کے اندر اللہ پر توکل (بھروسہ) کا عقیدہ، پھر اس سے مدد مانگنے، اسے راضی کرنے، اور اس کے احکام و نواہی پر عمل کرنے کا شوق پیدا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عزت کا احساس اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ غیر۔ ابو العباس عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: **«يا غُلامُ إنِّي أعلِّمُكَ كلِماتٍ ، احفَظِ اللَّهَ يحفَظكَ ، احفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تجاهَكَ ، إذا سألتَ فاسألِ اللَّهَ ، وإذا استعَنتَ فاستَعِن باللَّهِ ، واعلَم أنَّ الأمَّةَ لو اجتَمعت علَى أن ينفَعوكَ بشَيءٍ لم يَنفعوكَ إلَّا بشيءٍ قد كتبَهُ اللَّهُ لَكَ ، ولو اجتَمَعوا على أن يضرُّوكَ بشَيءٍ لم يَضرُّوكَ إلَّا بشيءٍ قد كتبَهُ اللَّهُ عليكَ ، رُفِعَتِ الأقلامُ وجفَّتِ الصُّحفُ» اے نوجوان، میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں "اللہ کو یاد رکھ، وہ تجھ کو یاد رکھیگا گا، اللہ کو یاد کر، تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، جب مدد مانگ تو اللہ سے مانگو۔ جان لو اگر تمام لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچاۓ تو وہ آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے آپ کے لیے پہلے سے لکھ دیا ہے اور اگر وہ آپ کو کسی بھی طرح سے نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ نے آپ کے خلاف لکھ دیا ہے اور قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔"** (ترمذی نے روایت کیا)

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ فہرست

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ﴾ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" [سورۃ الشعراء: آیت 214]

مصعب عمیر—ولایہ پاکستان

یہ ہمارے زمانے کی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ کئی دہائیوں کا عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ، دعوت کے کام میں مصروف بے شمار سرگرم افراد اپنے بچوں کے دباؤ کی وجہ سے سست پڑ جاتے ہیں، اور بعض اوقات تو مکمل طور پر رک بھی جاتے ہیں۔ یہ داعی فکری طور پر وہی پختہ عقائد رکھتے ہیں، مگر کئی صورتوں میں — بہت سی صورتوں میں — انہیں اپنے بچوں کی طرف سے مسلسل مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نوجوان مرد و خواتین (شباب) معاشرتی اصولوں کی پیروی کرنے کے لیے سنگین سماجی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ داعی ایسے نظریات اور مؤقف اختیار کرتے ہیں جو معاشرے کے لیے اجنبی ہوتے ہیں اور ان کے بچے لادین تعلیمی نظام اور سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر ایک آزاد خیال ماحول سے دوچار ہوتے ہیں۔

لہٰذا، ایسی گھریلو مخالفت کا سامنا کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اسی خاندان کی طرف سے آتی ہے جس سے ہم سکون، اطمینان اور سہارے کی توقع رکھتے ہیں۔ سالوں اور دہائیوں پر مشتمل خاندان کی یہ مخالفت، داعی کو تھکا دیتی ہے۔ وہ اکثر خود کو اس دعوت کے بیچ، جو وہ لے کر چل رہے ہوتے ہیں، اور اپنے گھر میں اپنے بچوں کی طرف سے "معاشرے میں شامل ہونے" (fit in) کے مسلسل مطالبات کے درمیان تضاد کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ تضاد نماز، حجاب، عبایا، سود پر قرضے (student loans on interest) لینے اور مرد و زن کے اختلاط سے متعلق معاملات تک پھیلا ہوتا ہے۔ یہ صورتحال ایسی ہوتی ہے کہ ایک داعی کے لیے اس کا برداشت کرنا نہ صرف مشکل ہوتا ہے بلکہ بہت زیادہ پریشان کن اور تکلیف دہ بھی بن سکتا ہے۔

دوسری طرف، وہ خاندان جنہیں کئی ایسے بچے نصیب ہوئے ہیں جو دعوت کا بوجھ اٹھاتے ہیں، وہ ایک سہارے اور محرک کا کام کرتے ہیں۔ ایسے خاندانوں کے داعی شادی، والدین بننے اور یہاں تک کہ دادا دادی بننے کے بعد بھی ایک مستقل رفتار قائم رکھتے ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہماری زندگیوں میں بھلائی اس بات میں مضمر ہے کہ ہم سنتِ نبوی ﷺ پر قائم رہیں، جبکہ بدحالی اور ناکامی اُس وقت

سامنے آتی ہے جب ہم اس راہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ تو، آیئے اس پر گہرائی سے غور کریں کہ گھرانے کے حوالے سے سنت کا طریقہ کیا ہے؟

مسلمان گھرانے کا بہترین نمونہ اللہ کے رسول ﷺ کا بابرکت گھرانہ، اہل بیت، ہے۔ یہ ایک ایسا گھرانہ تھا جسے ایک بیٹی، فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، کی نعمت حاصل تھی جنہوں نے دعوت کا بوجھ اٹھایا اور آزمائشوں میں اپنے والد کے ساتھ کھڑی رہیں۔ یہ ایک ایسا گھرانہ تھا جسے ایک نوجوان چچازاد، علی (رضی اللہ عنہ)، کی نعمت حاصل تھی جنہوں نے اپنی جوانی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی اطاعت سے بھر دیا اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہ ایک ایسا گھرانہ تھا جسے عزت دار نواسوں، حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ)، کی نعمت حاصل تھی، جنہوں نے اپنی زندگی میں نہ صرف ظلم کے خلاف مضبوط مؤقف اختیار کیا بلکہ اپنی شہادت کے ذریعے اسلامی امت پر ایک گہرا اور ناقابلِ فراموش اثر چھوڑا۔ درحقیقت، اہل بیت کے بہت سے نوجوان مرد و خواتین اسلامی امت کی بنیاد بنے۔ صدیوں بعد بھی، مسلمان اہل بیت (یعنی نبی ﷺ کے گھرانے کے افراد) کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زندگیوں سے تحریک اور رہنمائی حاصل کریں۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حکم دیا، ﴿**وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ**﴾ **"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے"** [القرآن، سورۃ الشعراء 26:214]۔ ابن کثیر نے اس آیت پر درج ذیل تبصرہ کیا: ثُمَّ قَالَ تَعَالَى آمِرًا لِرَسُولِهِ، صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ أَنْ يُنْذِرَ عَشِيرَتَهُ الْأَقْرَبِينَ، أَيْ، الْأَدْنَيْنَ إِلَيْهِ، وَأَنَّهُ لَا يُخَلِّصُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا إِيمَانُهُ بِرَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَلِينَ جَانِبَهُ لِمَنِ اتَّبَعَهُ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ الْمُؤْمِنِينَ "پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول، صلوات اللہ وسلامہ علیہ، کو حکم دیا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں—یعنی ان کے سب سے نزدیک لوگوں—کو ڈرائیں، اور انہیں بتائیں کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اپنے رب پر ایمان لائے بغیر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ نے انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ اللہ کے مومن بندوں میں سے جو ان کی پیروی کریں، ان کے لیے اپنا پہلو نرم رکھیں۔"

ابن کثیر نے یہ بھی ذکر کیا: قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، لَمَّا نَزَلَتْ، ﴿**وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ**﴾، قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ، «يَا فَاطِمَةُ ابْنَةَ مُحَمَّدٍ، يَا صَفِيَّةُ ابْنَةَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُم» انْفَرَدَ بِإِخْرَاجِهِ مُسْلِمٌ "امام احمد نے روایت کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: 'جب یہ آیت، " اور اپنے

قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے"، نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اے محمد کی بیٹی فاطمہ، اے عبد المطلب کی بیٹی صفیہ، اے بنو عبد المطلب! میں اللہ کے حضور تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں، باب "اللہ تعالیٰ کے فرمان، 'اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے'" کے تحت ذکر کیا کہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنْ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا»** "اے فاطمہ، اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے حضور تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، سوائے اس کے کہ تمہارا میرے ساتھ ایک خونی رشتہ ہے، جس کے پانی سے میں آگ کو صرف تر ہی کر سکوں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ سے جو فرمایا: **«سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُم»** "البتہ میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔" اس کے بارے میں حنفی عالم امام تُورْبَشْتِيُّ (جن کا انتقال 661 ہجری میں ہوا) نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: **أَرَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ الْمَالِ الْمَعْرُوفِ فِي شَيْءٍ وَإِنَّمَا عَبَّرَ بِهِ عَمَّا يَمْلِكُهُ مِنْ الْأَمْرِ وَيَنْفُذُ تَصَرُّفُهُ فِيهِ** "میری رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق کسی بھی طرح معروف مال و دولت سے نہیں، بلکہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کا اظہار فرمایا ہے جس کا آپ اختیار رکھتے ہیں اور جس میں آپ کا تصرف مؤثر ہے۔" چنانچہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی کو یہ بات واضح کی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اللہ جل جلالہ کے عذاب کو ٹالنے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو یہ فرمایا کہ وہ آپ کے مال میں سے جو چاہیں مانگ لیں، کیونکہ یہ آپ کے اختیار میں ہے، لیکن جہاں تک اللہ کے حکم کو ٹالنے کا تعلق ہے، تو یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے!

اس طرح، ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو ایک استاد کے طور پر پوری توجہ سے تعلیم دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشفق والد تھے، اور ان کے اولین شاگردوں میں ان کے گھرانے کے نوجوان مرد و خواتین شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ»** "بیشک میں تمہارے لیے والد کی جگہ پر ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔" [سنن ابی داؤد] چنانچہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ نرمی، احترام اور محبت سے پیش آئے، جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالا، یہاں تک کہ ان کے اطوار بھی ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھل گئے۔ ام المؤمنین عائشہ (رضی اللہ عنہا)

نے فرمایا: «مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ كَانَ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ ﷺ كَلَامًا وَلَا حَدِيثًا وَلَا جِلْسَةً مِنْ فَاطِمَةَ. وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَآهَا قَدْ أَقْبَلَتْ رَحَّبَ بِهَا، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهَا حَتَّى يُجْلِسَهَا فِي مَكَانِهِ، وَكَانَتْ إِذَا أَتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ رَحَّبَتْ بِهِ، ثُمَّ قَامَتْ إِلَيْهِ فَقَبَّلَتْهُ» "میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ کسی کو نبی ﷺ سے بات چیت، گفتگو، یا بیٹھنے کے انداز میں مشابہ نہیں دیکھا۔ جب نبی ﷺ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آتے ہوئے دیکھتے تو آپ ﷺ انہیں خوش آمدید کہتے، پھر ان کے لیے کھڑے ہوتے اور انہیں بوسہ دیتے، پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جب نبی ﷺ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آتے تو وہ آپ ﷺ کو خوش آمدید کہتیں، پھر آپ ﷺ کے لیے کھڑی ہوتیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں۔" [الادب المفرد]

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اسلام کو مکمل طور پر اپنایا، دین کا علم حاصل کیا اور حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے اپنے والد ﷺ کی دعوت کی آزمائشوں میں ان کا ساتھ دیا۔ جب ظالم عقبہ بن ابی معیط نے نبی ﷺ کے سر پر، جب آپ ﷺ سجدے میں تھے، اونٹ کی اوجھڑی پھینکی، تو یہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ہی تھیں جنہوں نے آکر اسے نبی ﷺ سے صاف کیا۔

جدوجہد اور قربانی سے بھرپور نبوت کی زندگی گزارنے کے بعد، نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ اللہ جل جلالہ کے حضور ان کی واپسی قریب ہے، تب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو جنت میں اپنے والد ﷺ کے ساتھ ان کے مقام کے بارے میں خبر دی گئی۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے روایت کیا: «أَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي، كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم (مَرْحَبًا بِابْنَتِي). ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا، فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِينَ ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ، فَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ. فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلْتُهَا فَقَالَتْ أَسَرَّ إِلَيَّ (إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لَحَاقًا بِي). فَبَكَيْتُ فَقَالَ (أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ). فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ)» "ایک روز فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آئیں، ان کا چلنا نبی ﷺ کے چلنے جیسا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "میری بیٹی، خوش آمدید!" پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھایا، پھر انہیں ایک راز کی بات بتائی، تو وہ رونے لگیں۔ میں نے ان سے پوچھا، 'تم کیوں رو رہی ہو؟' پھر آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ ایک راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا، 'میں نے آج تک خوشی کو

غم کے اتنا قریب کبھی نہیں دیکھا۔' پھر میں نے ان سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے انہیں کیا بتایا تھا۔ انہوں نے کہا، 'میں رسول اللہ ﷺ کا راز کبھی فاش نہیں کروں گی۔' یہاں تک کہ جب نبی ﷺ کا وصال ہو گیا، تو میں نے ان سے دوبارہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا: 'آپ ﷺ نے مجھے چپکے سے بتایا کہ 'بیشک جبریل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن کا دورا کیا کرتے تھے، اور اس سال انہوں نے مجھ سے دوبار دورا کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری موت قریب آگئی ہے، اور تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملو گی۔' تو یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: 'کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جنّت کی تمام عورتوں یا مومن عورتوں کی سردار ہو۔' تو یہ سن کر میں مسکرا اٹھی۔" کیا ہی بابرکت انجام ہے، والد اور بیٹی دونوں کے لیے!

اے بھائیو اور بہنو! چچاؤ، پھوپھیو، والدین، دادا دادی اور نانا نانی!

دیکھیے کیسے رسول اللہ ﷺ نے چار بابرکت بیٹیوں (رضی اللہ عنہن) کی پرورش کی جنہوں نے ہر دور میں مسلم امت کے لیے مثال قائم کی۔ دیکھیے کیسے آپ ﷺ نے اپنے بڑے، غریب چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی پرورش کی، جو بعد میں چوتھے خلیفہ راشد بنے۔ دیکھیے کیسے آپ ﷺ نے اپنے پیارے نواسوں حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) کی پرورش کی۔

ہر فاطمہ، علی، حسن اور حسین کی قدر کیجیے!

در حقیقت، ہمارے ہر خاندان میں ایک قیمتی خزانہ چھپا ہوا ہے، جو ہمارے بیٹوں، بیٹیوں، بھتیجوں، بھتیجیوں، نواسوں اور نواسیوں میں موجود نوجوان مرد و خواتین (شباب) ہیں۔ آیئے ہم ان سب پر اپنی توجہ مرکوز کریں، یہاں تک کہ جب ہم زمانے کے ظالموں کا محاسبہ کر رہے ہوں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے پاس ایک کام کے لیے وقت ہے اور دوسرے کے لیے نہیں! یہ دونوں عمل، یعنی تربیت اور احتساب، تبدیلی کے لیے نبی ﷺ کے طریقے کا حصہ ہیں، اور ہمیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

تو، آیئے ہم ہر نوجوان مرد اور عورت پر بھرپور توجہ دیں، تاکہ وہ ہماری حمایت کریں اور ہم بھی ان کی حمایت کریں۔ ہمیں ان کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ ہم سب ایک ساتھ جنّت کے سکون میں ہمیشہ کی زندگی کا لطف اٹھا سکیں۔ اے اللہ جل جلالہ، ایسا ہی ہو! آمین!

فہرست

آسٹریلوی انٹیلی جنس کے سربراہ نے نسل کشی کرنے والے وجود کے لئے احمقانہ دفاع پیش کیا

میڈیا آفس حزب التحریر آسٹریلیا

اے ایس آئی او کے ڈائریکٹر جنرل مائیک برجز نے گزشتہ روز اپنے لووی انسٹی ٹیوٹ کے خطاب میں نسل کشی کرنے والے وجود کے لئے آسٹریلوی حکومت کی مسلسل حمایت کو مزید مضبوط کیا۔

برجز نے گھسے پٹے نعروں کا ایک مجموعہ پیش کیا، جو حکومت اور نسل کشی کے حامیوں دونوں سے ماخوذ تھے، جن میں سماجی ہم آہنگی کے خطرات، یہود دشمنی میں اضافے اور سیاسی تشدد کے معمول بن جانے کے بارے میں خبردار کیا گیا۔ حتیٰ کہ برجز نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس ملک میں غیر ملکی بنیادوں پر سیاسی قتل کے امکانات بھی موجود ہیں۔

مظلومیت کا شکار اور جارح حملہ آور کے ماڈل کو مسخ کرنے کی اپنی بھونڈی کوشش میں، برجز نے حزب التحریر کا حوالہ دیا، جسے اس نے غزہ سے متعلق مصائب و آلام کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے والی جماعت کی مثال کے طور پر پیش کیا۔

اس نے کہا:

"اگرچہ حزب التحریر ایک مذہبی تحریک ہے، لیکن اس کا اشتعال انگیز رویہ، جارحانہ زبان اور خطرناک حکمتِ عملی، نیشنل سوشلسٹ نیٹ ورک کی حکمتِ عملی سے بہت مشابہ ہے۔ اس تنظیم کی 'اسرائیل' اور یہودیوں کے خلاف مذمت میڈیا کی توجہ حاصل کرتی ہے اور اس تنظیم کی افرادی قوت میں اضافہ میں مدد دیتی ہے۔ لیکن یہ تنظیم دانستہ طور پر ملک کے اندر پر تشدد یا سیاسی بنیادوں پر تشدد کے اعمال کی ترغیب دینے سے گریز کرتی ہے۔ حزب التحریر قانونی حدود کو توڑے بغیر انہیں آزمانا اور پھیلانا چاہتی ہے۔ جیسا کہ نیونازیوں کے ساتھ تھا، ویسے ہی حزب کا رویہ بھی قابلِ قبول نہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس کی 'اسرائیل' مخالف بیان بازی وسیع تر یہود دشمن بیانیے کو ہوا دے رہی ہے اور اسے معمول بنا رہی ہے"۔

حزب التحریر آسٹریلیا اس حوالے سے ذیل میں یہ بیان کرتی ہے:

1- لووی انسٹی ٹیوٹ، جو شدت پسند صیہونی اور نسل کشی کے حامی فرینک لووی نے قائم کیا تھا، اس میں دیا جانے والا یہ لیکچر اس بات کی دردناک یاد دہانی ہے کہ جب حکومت 'سماجی ہم آہنگی' کی بات کرتی ہے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ برجز ایسے افراد کے حمایتیوں کے درمیان موجود تھا جو بچوں کے قاتل اور قیدیوں کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں، اور جو پورے کے پورے شہروں کو ان کے باشندوں کے سر پر ڈھا دینے کو قابلِ قبول سمجھتے ہیں، اور اگر کوئی بچ بھی جائے تو انہیں فاقوں سے بھوکا مار دینے میں انہیں کوئی اعتراض

نہیں۔ سماجی ہم آہنگی کا مطلب یہ ہے کہ مجرموں کو تو اپنے جرائم جاری رکھنے کی چھوٹ دی جائے جبکہ ان مجرموں کا شکار ہونے والے متاثرین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ فرمانبرداری سے اذیت وتکلیف برداشت کرتے رہیں۔

2-آسٹریلیا ہمیشہ سے ہی نسل کشی کا حامی رہا ہے۔ جب برطانیہ نے 1788ء میں اس ملک پر قبضہ کیا تھا، تب ہی اس ارتکاب کو قابلِ قبول سمجھا گیا تھا۔ نسل کشی کو اس وقت قابلِ قبول سمجھ لیا گیا جب آسٹریلیا نے 1947ء میں فلسطین میں پہلی نسل کشی کو جائز قرار دیا، اور پھر جب آسٹریلیا نے 2023ء سے جاری نسل کشی کی حمایت کی، تب بھی یہ اقدام قابلِ قبول سمجھا گیا۔ یہ حقیقت کہ ان تمام جرائم کو 'قانونی' قرار دیا گیا، برجز کی موجودہ قوانین کی خلاف ورزی کے بارے میں تشویش کو قابلِ نفرت بنادیتی ہے۔

3-'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے بیس برسوں نے ہمیں یہ سکھادیا ہے کہ مغربی ریاستیں اپنے اعمال کے نتائج سے خود کو بچانے کے لئے کس حد تک جاسکتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے سابقہ جرائم کی ذمہ داری قبول کریں، انہوں نے اپنے جرائم میں مزید اضافہ کیا —پورے کے پورے ممالک تباہ وبرباد کردیئے، لاکھوں بے گناہوں کو ماردیا، اور ان ہولناک مظالم کے خلاف کسی بھی مزاحمت کو جرم قرار دے دیا، چاہے وہ ان کے خلاف صرف آواز اٹھانے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔ اب وہی طریقہ کار ایک بار پھر استعمال کیا جارہا ہے تاکہ نسل کشی کرنے والے وجود کو اس کے جرائم سے بری کیا جاسکے، مگر اس بار دنیا پہلے ہی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔

4-"اسرائیل" مخالف جذبات ایک عالمی مظہر ہیں، جو تمام مذاہب اور دنیا کے ہر حصے کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ ردِ عمل ہے جو قابض وجود کی مجرمانہ کارروائیوں کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، اسی لئے دنیا نے یہود دشمنی کے بے معنی الزامات کو محض ایک بے دلی سے لیا ہے۔

5-یہ دعویٰ کہ حزب التحریر غزہ کے معاملے پر مسلم کمیونٹی کا استحصال کرنا چاہتی ہے، دراصل مسلمانوں کی تضحیک اور اُن سے نفرت کے مترادف ہے۔ جیسے یہ کہنا کہ مسلمان آزاد سیاسی سوچ رکھنے کے قابل نہیں، یا یہ کہ جیسے مسلمان اُس حقیقت کے بارے میں اندھے ہیں جو پوری دنیا دیکھ رہی ہے، اور یوں وہ کسی خفیہ سازشی کردار کے فریب میں آسکتے ہیں۔ یہ تضحیک آمیز رویہ دراصل مسلم کمیونٹی کے ساتھ ہر نئی آنے والی حکومت کے طرزِ عمل کی بنیاد رہا ہے، جسے ان کی اجتماعی سرزنش کو جواز دینے کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

6-برجز کا حزب التحریر پر حملہ دراصل ایک بے بنیاد مہم ہے جس کا مقصد مسلم کمیونٹی تک پہنچنا ہے۔ حزب التحریر اُن بااصول اور غیر مصالحت پسند آوازوں میں سے ایک ہے جو فلسطین پر قبضے کے خلاف اپنی مخالفت میں کبھی متزلزل نہیں ہوئی۔ حکومت اور نسل کشی کے حامی یہ امید رکھتے ہیں کہ ریاستی جبر کی مسلسل دھمکیوں کے ذریعے اس کمیونٹی کو خاموش کردیا جائے، چاہے اس مقصد کے لئے من مانے قوانین ہی کیوں نہ متعارف کرانے پڑیں۔

7-حزب التحریر کی دعوت صرف مقدس سرزمین، فلسطین سے ظلم کے خاتمے اور اسے صیہونی قابضین سے آزاد کرانے تک ہی محدود نہیں۔ حزب دنیا بھر کے تمام مظلوموں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان پر سے بھی ظلم کے خاتمے کی دعوت دیتی ہے، جو ان سیکولر

حکومتوں کے زیرِ تسلط ہیں جنہوں نے اپنی قوموں کو تباہ حال، مفلس اور غلام بنا دیا ہے، اور انہیں لالچی سرمایہ دار طبقے کے لئے محض پیداوار کے اوزار بنا کر رکھ دیا ہے۔ حزب التحریر کا منصوبہ استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کا ایک تہذیبی متبادل ہے، جو کہ ایسا نظام نہیں ہے جو فقط ایک فیصد طبقے کی خدمت کرتا ہو، جیسا کہ مغرب کی قیادت میں سرمایہ دارانہ دنیا میں ہوتا ہے۔

اسی منصوبے کے ذریعے حزب التحریر نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی دعوت دیتی ہے، جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت کرے گی — تاکہ نہ صرف مسلم ممالک میں امن، سلامتی اور عدل قائم ہو، بلکہ پوری دنیا میں انصاف، تحفظ اور استحکام پھیلایا جا سکے۔ یہی وہ حکم ہے جو خالق نے ہمیں دیا ہے، اور اسی میں اس کی رضا ہے، اور یہی عمل ہمیں جنت میں داخل کرنے کا سبب بنے گا۔

8- برجز کا حزب التحریر پر حملہ دراصل مغربی میڈیا کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چلائی جانے والی وسیع اسلاموفوبیا مہم کا حصہ ہے۔ اس مہم کا مقصد انسانیت اور مغربی دنیا کے اہلِ عقل کو اسلام کی حقیقی فطرت سے گمراہ کرنا ہے تاکہ وہ مغرب کی دیوالیہ تہذیب سے منہ موڑ کر اسلام کو ایک تہذیبی متبادل، متوازن طرزِ حیات، اور اللہ کا سچا دین کے طور پر اختیار نہ کر لیں۔ یوں اس لحاظ سے برجز بھی قریش کے ان جاہل مشرکوں کی مانند ہے جنہوں نے نبیِ اکرم ﷺ پر بہتان لگائے تاکہ آپ ﷺ اور آپؐ کے پیغام کی روح کو بگاڑ سکیں — مگر کیا وہ کامیاب ہوئے؟! یہ صرف کچھ وقت کی ہی بات ہے کہ لوگ آخر کار خبیث کو طیب سے پہچان لیں گے۔

9- برجز کی دانستہ ابہام انگیزی اور بعض اوقات صریح گمراہ کن بیانات کا جواب دینے کے لئے، ہم اسلام کے اس مؤقف کو دوبارہ واضح کرنا چاہتے ہیں جو پوری دنیا کے مسلمان فلسطین کے مسئلے پر رکھتے ہیں:

ا) فلسطین اسلامی سرزمین ہے، اور صرف مسلمان ہی اس کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

ب) اسلام کے دورِ حکومت میں فلسطین ہمیشہ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کا مسکن رہا، اور اسلامی حکمرانی کا وہ دور آج بھی پرامن بقائے باہمی کی سنہری مثال سمجھا جاتا ہے۔

ج) فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کیا اور اسے صیہونیوں کے حوالے کیا تاکہ برطانوی استعماری مفادات کا حصول کیا جا سکے (بعد ازاں، اسی پالیسی کو امریکہ نے اپنایا)۔ برطانیہ اور بعد میں صیہونیوں کا قبضہ اسلام کی نظر میں کبھی تسلیم نہیں کیا جائے گا، اور مسلمان اس قبضے کو معمول پر لانے کی کسی بھی کوشش کو ہمیشہ مسترد کریں گے۔

د) فلسطین کو عسکری جارحیت کے ذریعے قبضے میں لیا گیا تھا، اور عسکری جارحیت کا واحد جائز جواب عسکری طور پر اسے پسپا کرنا ہے۔

ر) یہ ذمہ داری مسلم افواج کی ہے، جو انہی زمینوں کے فرزندان ہیں، کہ وہ فلسطین میں عسکری مداخلت کریں، نہ صرف صیہونی قبضے کے ہاتھ روکنے کے لئے، بلکہ اس سرزمین کو مکمل طور پر آزاد کرانے کے لئے۔ فہرست

ایک ملک کے بعد اگلے کی باری یوں آ رہی ہے، جیسے ہر گزرتے دن کے بعد اگلا دن آ جاتا ہے

از: الأستاذ خالد علي – أمریکہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاء وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاء وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىَ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ * تُولِجُ اللَّيْلَ فِي الْنَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الَمَيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ **”آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ☆ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے، تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے، اور تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے“۔**[آل عمران؛3:26،27]

یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے، کہ انہوں نے فرمایا: "لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ وَعَدَ أُمَّتَهُ مُلْكَ فَارِسَ وَالرُّومِ فقال الْمُنَافِقُونَ وَالْيَهُودُ: هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ مِنْ أَيْنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ مُلْكُ فَارِسَ وَالرُّومِ؟" ”جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اپنی امت کو فارس اور روم پر حکمرانی کا وعدہ دیا، تو منافقین اور یہودیوں نے کہا: یہ ناممکن بات ہے! محمد ﷺ آخر کیسے فارس اور روم پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں؟“، چنانچہ یہ آیات اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے نازل ہوئیں کہ بادشاہت، قوت کے ذرائع، قیادت اور حکمرانی صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جَلَّ جَلَالُہٗ جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے اور، جس کسی سے بھی اور جب چاہتا ہے، واپس لے لیتا ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ (اقتدار و حکمرانی کا عطا ہونا یا سلب کیا جانا) اعمال کے معیار پر مبنی ہوتا ہے، یعنی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بادشاہت اور اختیار اُن کو عطا فرماتا ہے جو اسے عدل و حق کے ساتھ قائم رکھتے ہیں، اور اُن سے چھین لیتا ہے جو اپنے رب جَلَّ جَلَالُہٗ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی سنت ہے جو نظامِ حیات میں ہمیشہ سے قائم و دائم ہے، نہ تو اس میں کوئی تبدیلی آ سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا، ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَاباً شَدِيداً وَعَذَّبْنَاهَا عَذَاباً نُّكْراً﴾ **”اور کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جن (کے رہنے والوں) نے اپنے رب کے حکم اور اُس کے رسولوں سے سرکشی و سرتابی**

کی تو ہم نے اُن کا سخت حساب کی صورت میں محاسبہ کیا اور انہیں ایسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جو نہ دیکھا نہ سنا گیا تھا"۔[سورۃ الطلاق: 65:8]

اور ارشاد فرمایا، ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا﴾ "اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی۔ حالانکہ وہ ظالم تھیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور (آخرکار) میری طرف لوٹ کر آنا ہے"۔[سورۃ الحج؛22:48]

پس یہی سنتِ الٰہی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً﴾ "یہ اللہ کی سنت ہے، ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے، اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے"۔[سورۃ الاحزاب؛33:62]

پھر اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں بیان فرماتا ہے کہ وہ رات اور دن کو کیسے بدلتا رہتا ہے — رات کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب دن آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگتا ہے، اور دن کا آغاز اس وقت جب رات اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔ یہ تبدیلی نہایت ہم آہنگ اور متوازن انداز میں ہوتی ہے، جیسے پانی کا بہاؤ — نرم، مسلسل اور تدریجی، جسے انسان ایک دم محسوس نہیں کرتا بلکہ بتدریج دیکھتا ہے کہ کس طرح رات روشن دن میں بدل جاتی ہے یا دن گہری رات میں ڈھل جاتا ہے۔

ان دونوں آیات میں جو چیز قابلِ غور ہے، وہ اللہ جل جلالہ کے ان آفاقی قوانین کے درمیان تعلق ہے جو اجرامِ فلکی اور سیاروں کی حرکات کو منظم کرتے ہیں، یعنی رات اور دن کے ایک دوسرے میں مدغم ہونے اور ایک ہی دن کے اندر ان کے مسلسل گردش کرنے کے نظام کو، اور اللہ جل جلالہ کی سنت نظامِ حیات میں بھی لاگو ہوتی ہے، جہاں ریاستوں اور سلطنتوں کے حالات بدلتے رہتے ہیں: یعنی کچھ عروج پاتی ہیں، کچھ زوال کا شکار ہوتی ہیں، اور کچھ مٹ جاتی ہیں، یہ سب اللہ جل جلالہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ﴾ "تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے"۔[آل عمران؛3:26]

گویا اللہ تعالیٰ لوگوں سے فرما رہا ہے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات اور دن کو کس طرح بدلتا ہے؟ وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اس کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، اس کے آثار لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں، یہاں تک کہ رات کی تاریکی پوری طرح چھٹ جاتی ہے، اور روشن صبح نمودار ہوتی ہے، یہاں تک کہ دن مکمل ہو جاتا ہے اور اس کا سورج واضح اور تابناک طور پر چمکنے لگتا ہے۔ پھر کچھ ہی دیر بعد سورج غروب ہونے لگتا ہے، دن ماند پڑنے لگتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے، اس کی روشنی دھندلا جاتی ہے، پھر ختم ہو کر غائب ہو جاتی ہے، اور رات دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ زندگی کا یہ روزمرّہ چکر، جسے ہر آنکھ دیکھتی ہے اور ہر عقل سمجھتی ہے، بالکل وہی چکر ہے جو قوموں، لوگوں، سلطنتوں اور بادشاہتوں کی زندگی میں بھی کارفرما ہے۔ جیسے ہی بعض سلطنتوں اور طاقتوں کا ستارہ اُفق پر طلوع ہو کر چمکنے لگتا ہے، ویسے ہی وہ اللہ جل جلالہ کے حکم سے ڈوبنے اور فنا ہونے لگتا ہے۔

امام ابن عاشور رحمہ اللہ نے فرمایا:وهذا رَمْزٌ إلى ما حَدَثَ في العالَمِ مِن ظُلُماتِ الجَهالَةِ والإشْراكِ، وإلى ما حَدَثَ بِظُهُورِ الإسْلامِ مِن إبْطالِ الضَّلالاتِ، ولِذَلِكَ ابْتُدِئَ بِقَوْلِهِ ﴿تُولِجُ اللَّيْلَ في النَّهارِ﴾، لِيَكُونَ الِانْتِهاءُ بِقَوْلِهِ: ﴿وتُولِجُ النَّهارَ في اللَّيْلِ﴾" "یہ اس بات کی علامت ہے کہ دنیا میں جہالت اور شرک کی تاریکیاں کیسے پھیلیں، اور پھر اسلام کے ظہور کے ساتھ گمراہیوں کا خاتمہ کیسے ہوا۔ اسی لیے اللہ جل جلالہ نے اپنی بات کی ابتدا یوں فرمائی: "تورات کو دن میں داخل کرتا ہے" تاکہ بات کا اختتام اس پر ہو: "اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے""۔

جو چیز آج ہمارے زمانے میں بالکل واضح ہے، اور کسی صاحبِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں، وہ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے ستارے کے غروب ہونے کے لمحے کا مشاہدہ کر رہے ہیں جس کی طاقت اور بالادستی نے طویل عرصے تک زمین کے مشرق و مغرب کو ظلم و جبر کے سائے میں رکھا، یعنی وہ سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی، جس کا آغاز سترہویں صدی میں ہوا اور جس نے رفتہ رفتہ پوری دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس نے زمین میں سرکشی کی اور تکبر کے ساتھ ظلم و جبر برپا کیا، اور وہاں شر و فساد کو بڑھا دیا۔ اگرچہ وہ بنیادوں پر کھڑا مضبوط ہی کیوں نہ نظر آتا ہو، تو بھی اس پر عنقریب اللہ جل جلالہ کا غضب نازل ہو گا، اور ظالم ہی خسارہ پانے والے ہوں گے۔ اور آج جب ہم اس آئیڈیالوجی اور اس سے وابستہ ریاستوں کے زوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور اللہ کی اٹل سنت کے مطابق ان کے سقوط کی حتمیت کا مشاہدہ کر رہے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مغربی مفکرین بھی جو حقیقت شناس اور دور اندیش ہیں، وہ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ اس نظام کا انجام قریب آن پہنچا ہے اور اس کا زوال یقینی ہے۔

چنانچہ امریکی مفکر پال کینیڈی (Paul Kennedy) نے 1987ء میں اپنی کتاب "عظیم طاقتوں کا عروج و زوال" "The Rise and Fall of the Great Powers" میں یہ بات بیان کی تھی: "امریکہ کا عالمی طاقت میں حصہ گزشتہ چند دہائیوں کے دوران روس کے مقابلے میں نسبتاً تیزی سے کم ہو رہا ہے... امریکہ کے لئے دنیا میں اپنا مقام برقرار رکھنے کا واحد راستہ یہ رہ گیا ہے کہ وہ بیرونی سرمایہ بڑے پیمانے پر درآمد کرتا رہے، اور اس حقیقت نے امریکہ کو چند ہی برسوں میں دنیا کے سب سے بڑے قرض دینے والے ملک سے دنیا کے سب سے بڑے مقروض ملک میں تبدیل کر دیا ہے... اگر امریکہ یونہی اس وقت اپنی مجموعی قومی پیداوار (GNP) کا سات فیصد یا اس سے زیادہ دفاعی اخراجات پر صرف کرتا رہا، تو یہ ناگزیر دکھائی دیتا ہے کہ عالمی صنعت میں امریکہ کا حصہ مسلسل کم ہوتا جائے گا، اور اس کی اقتصادی ترقی کی رفتار اُن ممالک کے مقابلے میں سست رہے گی جو مارکیٹ کی معیشت پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور دفاع پر کم وسائل خرچ کرتے ہیں"۔

فرانسیسی مفکر ایمانوئل ٹوڈ (Emmanuel Todd) نے اپنی کتاب "After the Empire: The Breakdown of the American Order (2001)" میں کہا: "اگرچہ امریکہ نے اقتصادی طاقت کے لحاظ سے نسبتاً کمی کا سامنا کیا ہے، لیکن اس نے عالمی معیشت سے دولت ہڑپ کرنے کی اپنی صلاحیت کو بے پناہ بڑھانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ امریکہ کا داخلی اقتصادی اور معاشرتی

بکھراؤ، زوال کی علامات میں سے ایک ہے، اور امریکہ طاقت کے اظہار کے لیے نہیں بلکہ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے تشدد کا استعمال کرتا ہے۔ حقیقی طور پر دیکھا جائے تو امریکہ ایک شکار کرنے والا بن گیا ہے؛ لیکن کیا اس صورتحال کو طاقت کی علامت سمجھا جائے یا کمزوری کی؟ اس پر بحث ہو سکتی ہے، لیکن بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ امریکہ کو اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لیے سیاسی اور عسکری محاذ پر لڑنا پڑے گا، کیونکہ یہ بالادستی اس کے معیارِ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے لازمی ہو گئی ہے"۔

نوم چومسکی نے اپنی کتاب "Hegemony or Survival: America's Quest for Global Dominance"(2003) میں لکھا ہے: "آئکن بیری (Ikenberry) کہتے ہیں: "نئی سامراجی گرینڈ اسٹریٹیجی امریکہ کو ایک ایسی نظر ثانی پسند ریاست کے طور پر پیش کرتی ہے جو اپنے عارضی فوائد کو ایسی عالمی حکمرانی میں بدلنا چاہتی ہے جہاں کا کرتا دھرتا وہی رہے"، اس سے دیگر ممالک ایسے طریقے تلاش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تاکہ وہ امریکہ کی طاقت کے اثرات کو کم کریں، اسے محدود کریں، یا اس کے خلاف ردعمل ظاہر کریں۔ یہ حکمت عملی "دنیا کو زیادہ خطرناک اور تقسیم در تقسیم ہونے کا خطرہ رکھتی ہے — اور امریکہ کو کم محفوظ بناتی ہے"، یہ وہ نقطہ نظر ہے جو خارجہ پالیسی کے ماہرین میں وسیع پیمانے پر قبول کیا جاتا ہے"۔ یعنی "امریکہ اندرونی طور پر زوال پذیر ہے، اور اسے گرانے کے لیے کسی بیرونی دشمن کی ضرورت نہیں"۔

کریس ہیجز (Chris Hedges) نے اپنی کتاب " Empire of Illusion: The End of Literacy and the Triumph of Spectacle"(2009) میں لکھا: "امریکہ محض ایک ظاہری پردہ بن کر رہ چکا ہے۔ یہ وہ سب سے بڑا فریب بن گیا ہے جو فریبوں کی ثقافت میں چھپا ہوا ہے"۔ "امریکی تاریخ میں کبھی بھی ہماری جمہوریت اس قدر خطرے میں نہیں رہی، اور مُطلق العنانیت (totalitarianism) کا امکان کبھی بھی اتنا حقیقی نہیں رہا"۔ اور اس نے مزید کہا: "ہم کسی بھی تہذیب کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں؛ انکار کا مرحلہ، جہاں حقیقت کی جگہ تفریح آجاتی ہے، اور سوچ و فکر کی جگہ لغو اور فضول باتیں لے لیتی ہیں"۔

مصنف اینڈریو جے. بیسوِچ (Andrew J. Bacevich) اپنی کتاب " The Limits of Power: The End of American Exceptionalism"(2009) میں لکھتا ہے: "امریکی طویل عرصے سے خود کو ایک سپر پاور سمجھنے کے عادی رہے ہیں، مگر اب تک وہ یہ ادراک نہیں کر پائے کہ انہوں نے اپنی تقدیر پر اختیار کھو دیا ہے۔ توسیع پسندی، فراوانی، اور آزادی کے درمیان جو باہمی تعلق تھا — جس میں ہر ایک دوسرے کو تقویت دیتا تھا — اب وہ تعلق موجود نہیں رہا۔ بلکہ، اگر حقیقت دیکھی جائے تو معاملہ اس کے برعکس ہے: توسیع پسندی امریکی دولت اور طاقت کو کھائے جا رہی ہے، اور آزادی کو خطرے میں ڈال رہی ہے"۔ "امریکہ اب نہ تو وہ وسائل رکھتا ہے اور نہ ہی وہ اخلاقی یا قانونی جواز، جس کے ذریعے وہ دنیا پر اپنی مرضی مسلط کر سکے"۔

اور ایسی سینکڑوں کتابیں اور تصنیفات لکھی جا چکی ہیں جن میں امریکی عالمی نظام کے زوال کو ناگزیر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ اس آفاقی حقیقت کی تصدیق ہے جو ظالم اور متکبر حکومتوں کے فنا ہونے سے متعلق ہے۔ آج ہم اسی تبدیلی کے لمحے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے

ہیں، اور اس کی نشانیاں ہمارے سامنے واضح طور پر ظاہر ہیں۔ اس زوال کی ابتدائی علامتیں پہلی خلیجی جنگ سے ظاہر ہونا شروع ہوئیں، جب امریکہ نے عراق پر جارحیت کی، بے گناہوں کا قتل عام کیا، زمینوں پر قبضہ کیا، افغانستان کو تباہ کیا، اور ظلم و زیادتی کا ایک ایسا منظر پیش کیا جو انصاف اور انسانیت سے عاری تھا۔ اس نے اقوام کے وسائل لوٹے، دنیا بھر میں فساد، گمراہی، بے راہ روی اور بدکاری کو پھیلایا۔ معیشت بگڑ گئی، مالیاتی نظام زوال کا شکار ہوا، یہاں تک کہ کرپشن اپنی انتہا کو پہنچ گئی، اور امریکہ نے فلسطین میں صیہونی فاشسٹ وجود کی کھلی حمایت کے ذریعے غزہ کے عوام پر قتل و غارت، تباہی، جبری بے دخلی، نسل کشی، اور بھوک سے مارنے کے وہ مظالم روا رکھے جن سے جنگل کے درندے بھی شرمندہ ہوں۔ پس یہ کرپشن، زوال اور غیر انسانی رویہ یقیناً ظالموں کے لیے تباہی کا پیش خیمہ اور ان کے اختتام کا اعلان ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْماً آخَرِينَ﴾ **"اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور قوموں کو پیدا فرمادیا"** (سورۃ الأنبیاء: 11)۔ آج جو ہم زوال اور انحطاط کی صورت میں دیکھ رہے ہیں، وہ درحقیقت ایک عہد کے اختتام کے سوا کچھ نہیں۔ یہ اُس رات کا انجام ہے جس کی تاریکی طویل ہوگئی تھی، جس کے دن بھی اندھیرے میں ڈوب گئے تھے۔ مگر اب اس کی سیاہی چھٹنے لگی ہے، اور اندھیرا بکھر رہا ہے کیونکہ ایک الہامی فکر کی روشنی دوبارہ طلوع ہو رہی ہے، جس کی کرنیں افق پر نمودار ہو چکی ہیں۔ یہ ایک پاکیزہ اور خالص فکر ہے، جسے وہ امت اٹھائے ہوئے ہے جو اس پر ایمان رکھتی ہے، اور جس نے اس کے لیے اپنے قیمتی ترین مال تک بھی قربان کر دیئے ہیں۔ اب اس زمانے کے ظالم فرعون اس فکر کو جھٹلا نہیں سکتے۔ وقت کا پہیہ گھوم چکا ہے، اس کی مقررہ گھڑی آن پہنچی ہے، اور ظلم و جبر کی کوئی طاقت اب اسے روک نہیں سکتی۔ یہ بس دن کی ایک گھڑی کی بات ہے، یا نیند کے بعد ایک بیداری یہاں تک کہ وقت کا چکر مکمل ہو جائے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کی فجر کے طلوع کی اجازت دے گا، اور یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے لئے ہرگز دشوار نہیں۔ اے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ! ہماری آنکھوں کو اس کے آفتاب کا نور دیکھنے کی ٹھنڈک نصیب فرما، اس کے عدل کی رحمت اور اس کے وقار کی عظمت کا مشاہدہ کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

فہرست

جمہوریت نوعِ انسان کے لئے قطعاً مناسب نظام نہیں ہے

بقلم: ڈاکٹر اشرف آبو عطایہ

دورِ حاظر میں جمہوری نظام کو اس طرح سے بنا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے جیسے وہ انسانی عقل کی معراج ہو، یعنی حکومت کے امور کے نظم و نسق کا سب سے اعلیٰ اور کامل طریقہ۔ یہاں تک کہ جمہوریت ایک ایسا اعتقاد بن چکا ہے جس پر تنقید کرنا تقریباً ناممکن سمجھا جاتا ہے، گویا کہ جیسے یہ خود ہی جانچ کی ایک کسوٹی ہو، نہ کہ کوئی ایسا نظام جسے کسی معیار پر پرکھا جائے۔ لیکن بہرحال، معمولی سا بھی غور و فکر کر لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جمہوریت نہ صرف اپنی اساس میں ہی ایک متضاد تصور ہے بلکہ ایک ایسا نظام بھی ہے جو انسانی فطرت کے منافی ہے۔ اور بالآخر آزادی اور ترقی کے بجائے انتشار اور زوال کی طرف لے جاتا ہے۔

اپنے نظریاتی آغاز سے ہی جمہوریت ایک دلکش نعرے پر قائم کی گئی تھی کہ یہ "عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، اور عوام کے لئے" ہے۔ مگر اپنی عملی حقیقت کے سامنے یہ مثالی تعریف دھری کی دھری رہ گئی۔ کروڑوں لوگوں کے لئے خود جمع ہو کر اپنے لئے قوانین بنانا ممکن نہیں، چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ عوام کی طرف سے "نمائندے" منتخب کیے جائیں جو ان کی جانب سے قانون سازی کریں گے۔ اس عملی تبدیلی کے ساتھ ہی عوام کی حکومت درحقیقت ایک اقلیتی حکومت میں بدل گئی جو "عوامی نمائندگی" کے بینر تلے اکثریت کے مقدر پر حکومت کرتی ہے۔ یوں جمہوریت، جو نظریاتی طور پر تو عوام کی حاکمیت کے نعرے سے شروع ہوتی ہے، مگر عملی طور پر چند سیاست دان اشرافیہ، سرمایہ داروں اور میڈیا کے مالکان کی بالادستی کے سامنے سرٹیک دیتی ہے۔ بیلٹ بکس کی نام نہاد قانونی حیثیت دراصل طاقت کی قانونی حیثیت سے بدل جاتی ہے، اور منتخب آمر پرانے غاصب حکمرانوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ جمہوریت ایک شائستہ لفظی چال ہے جو بظاہر تو عوام کے بااختیار ہونے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، مگر درحقیقت اپنے باطن میں آمریت کی ایک نئی شکل کو چھپائے ہوئے ہے، ایسی آمریت جو اگرچہ عوام کے نام پر چلائی جاتی ہے، مگر ان کے فائدے کے لئے ہرگز نہیں ہوتی۔

تاہم یہ تضاد صرف سیاسی ڈھانچے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ خود اس تصور کی اصل روح تک سرایت کر جاتا ہے کہ قانون سازی کا حق کس کے پاس ہے؟ جمہوریت انسان کو حتمی اتھارٹی بنا دیتی ہے، یعنی وہ خود اپنے لئے قوانین وضع کرے۔ یوں قانون سازی انسان کی بدلتی ہوئی خواہشات اور مفادات کا عکس بن جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو امر کسی ایک معاشرے میں حق سمجھا جاتا ہے، وہی کسی دوسرے معاشرے میں جرم قرار دیا جا سکتا ہے؛ اور جس فعل کو آج آزادی کے نام پر تسلیم کیا جاتا ہے، تو آنے والے کل اسے گمراہی یا نفرت کے طور پر رد بھی کیا جا سکتا ہے۔

انسانی سوچ کے معیار مسلسل بدلتے رہتے ہیں، اور یہ معیار نفسانی خواہشات اور حالات کے تابع ہوتے ہیں۔ تو پھر ایک ایسا غیر مستقل اور تضاد سے بھرپور تصوّر آخر کس طرح سے استحکام کا حتمی ذریعہ ہو سکتا ہے؟ اور جو تصور خود اپنے اندر ہی دیانتداری سے محروم ہو، وہ انسانیت کے لئے کس طرح سے دیانتداری کے اصول قائم کر سکتا ہے؟ "عوامی خود مختاری" کا تصور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ لوگ کوئی واحد، مربوط اکائی نہیں ہوتے بلکہ باہمی تضادات اور مختلف مفادات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ جب فیصلے اکثریتی ووٹ سے ہو جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ درست فیصلے ہیں، بلکہ صرف یہ کہ انہیں زیادہ ووٹ مل گئے ہیں۔ یوں حاکمیت علت کے اصول سے نکل کر صرف تعداد کے اصول میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حاکمیت کے اصول میں اس خلل کے ساتھ، آزادی کا بحران پیدا ہو جاتا ہے — وہ آزادی کہ جسے عقیدہ، رائے، ملکیت اور طرزِ عمل میں "آزادی" دے کر جمہوریت نے اعلیٰ ترین قدر کا درجہ دے رکھا ہوتا ہے۔ لیکن جب آزادی کو اخلاقی پابندی سے جدا کر دیا جائے، تو وہ انتشار میں بدل جاتی ہے۔ اور جب اس آزادی کو کسی ذمہ داری کے بغیر مقدس بنا دیا جائے، تو یہ انسانیت کو نہیں بلکہ صرف جبلتوں کو آزاد کرتی ہے۔ جمہوریت نے آزادی کے نام پر انسانی خواہشات کو بے لگام کر دیا ہے، یہاں تک کہ انسان خود اپنی ہی خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا ہے، انسان کسی اعلیٰ مقصد یا اخلاقی غرض کے بغیر اپنی لذتوں کے پیچھے اسی طرح بھاگتا ہے جیسے کوئی حیوان اپنے کھانے اور خواہشات کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے۔ آزادی کے نام پر ہر چیز جائز قرار دے دی گئی ہے: یعنی انسانی فطرت کا انکار، خاندانی نظام میں بگاڑ، اور انحرافات و بے راہ رویوں کو ذاتی پسند ناپسند کے طور پر سراہا جانا۔ یوں جمہوریت نے انسانیت کو پابندیوں سے آزاد نہیں کیا؛ بلکہ جمہوریت نے انسان کی جبلتوں اور اس کے نفسِ امّارہ کو شترِ بے مہار چھوڑ دیا ہے، اور اس وحشی حیوان کو باہر نکال دیا ہے جو اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔

اخلاقی پابندیاں ختم ہو جانے سے معنی ہی مٹ کر رہ گئے۔ ہر انسانی نظام کو کسی مقصد کی ضرورت ہوتی ہے جس کی طرف وہ کوشش کرے، اور ایک ایسے معیار کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کی بنیاد پر اچھائی و برائی کا فیصلہ ہو۔ لیکن جمہوریت نے، انسان کو اس کی تقدیر کا واحد فیصلہ کرنے والا بنا کر، ہر اُس اتھارٹی کو ختم کر دیا جو اس کی فوری دنیوی خواہشات سے بلند ہو۔ یوں اچھائی وہ بن گئی جو اسے خوش کرتی ہو اور اس کی خواہشات کو پورا کرتی ہو، اور برائی وہ جو اسے ناگوار گزرتی ہو، اور اس سب کے نتیجے میں اعلیٰ اقدار کمزور پڑ گئیں اور فطرتِ سلیم کی روشنی ماند پڑ گئی۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا انسان وجود میں آیا جو نہ تو کوئی سمت رکھتا ہے اور نہ کسی اعلیٰ معیار کا پابند ہے؛ بلکہ وہ اپنی خواہشات کی لاحاصل دوڑ اور اپنے افکار کے تضادات میں گم، روحانی خلا، افسردگی اور بے معنویت کے احساس سے گھرا ہوا انسان ہے۔ وہ نظام جس نے اسے آزادی اور عزت کا وعدہ کیا تھا، اسی نے اس سے مقصد اور ذہنی سکون چھین لیا ہے۔

اپنی بنیاد میں، جمہوریت یہ تصور کرتی ہے کہ انسان ایک ایسا ذی عقل و شعور ہے جو خود کو اور اپنے معاشرے کو عدل و حکمت کے ساتھ خود چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن انسانی تجربہ کے دلائل اس کے برعکس گواہی دیتے ہیں۔ انسان ایک محدود مخلوق ہے، جو اپنے مفادات، خوف اور خواہشات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اگر اسے قانون سازی کی طاقت دے دی جائے جو کسی ایسی اعلیٰ اتھارٹی کے بغیر ہو جو اس کی خواہشات کو قابو میں رکھے، تو انسان اپنے گرد و پیش ہر شے کو فساد میں مبتلا کر دے گا۔ پس، جمہوریت کا بحران صرف اس کے مذہب کو علیحٰدہ کر دینے میں ہی نہیں، بلکہ نوعِ انسان کی اصل فطرت کو سمجھنے میں غلطی کرنے میں بھی ہے۔ انسان نہ تو ایک چھوٹا دیوتا ہے جو قوانین بنائے، اور نہ ہی ایک خالص عقلی مشین ہے جو سرد منطق سے دنیا کو چلا سکے۔ بلکہ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کے اندر خیر و شر، شرافت و کمینگی، دونوں کی صلاحیت موجود ہے۔ اسی لئے اسے ایک اعلیٰ اتھارٹی کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے رہنمائی دے اور اس کی حدود متعین کرے۔ لیکن جمہوریت نے، آزادی اور خود مختاری کے نام پر، وہ تمام پابندیاں توڑ دیں جو انسان کے بگاڑ کو روک سکتی تھیں، اور اسے ایسے حال پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ بغیر کسی رہنمائی اور اخلاقی سمت کے خود ہی کا سامنا کرے۔

جمہوریت نے ایک ایسے سادہ وہم سے جنم لیا کہ انسان خود کو منظم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن جمہوریت کا انجام ایک تلخ حقیقت میں ہوا جو یہ ثابت کرتی ہے کہ جب انسان خود اپنا حاکم بنتا ہے تو وہ خود ہی کو تباہ کر دیتا ہے۔ جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جو انسان کی بنیادی فطرت، اس کی عقل کی محدودیت، اور استحکام و فہم کے لیے انسان کی بنیادی فطری ضرورت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ جمہوریت بظاہر ایک خوبصورت فکر نظر آتی ہے، لیکن انسانوں کی حقیقی دنیا میں یہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ انسان کو عزت و وقار کی بلندیوں تک پہنچانے کے بجائے، جمہوریت نے اسے حیوان کے درجے تک گرا دیا ہے، کہ وہ بغیر کسی اصول، ضبط یا مقصد کے زندگی گزارے۔ پس، جمہوریت اپنی اساس کے اعتبار سے ہی انسانیت کے خلاف ایک نظام ہے، خواہ وہ اس کے برعکس دعویٰ ہی کیوں نہ کرتا رہے۔

انسان کو ایسے نظام کی ضرورت نہیں جو اس کی خواہشات کو پورا کرتا ہو۔ بلکہ انسان کو ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ان کا حل پیش کرتا ہو، اس کی جبلتوں کو سنوارے، اور اس کی انسانیت کو محض جبلتوں کے درجہ سے اٹھا کر عزت و شرف کے مقام تک پہنچائے۔ اسے ایک ایسے ہمہ گیر نظام کی ضرورت ہے جو اس کی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرے، یعنی فکر و عمل میں، فرد اور معاشرے دونوں کی سطح پر، دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے۔ اور ایسا نظام صرف اسی ذات کی طرف سے ہو سکتا ہے جو خود کامل ہو، جس میں کوئی کمی، نقص، احتیاج یا گمراہی نہ ہو — اور وہ ذات صرف اللہ جل جلالہ کی ہے، وہی خالق ہے جس نے انسان، کائنات اور خود حیات کو وجود بخشا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ **"کیا وہ ہی نہ جانے، جس نے پیدا کیا ہے؟ اور وہ ہر باریکی کو جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے"**۔ [سورۃ الملک؛67:14]

جب انسان اپنے آپ کے بارے میں، اور اس کائنات کے بارے میں جس میں وہ رہتا ہے، اور ان دونوں کے تعلق کے بارے میں، نیز زندگی سے پہلے اور بعد کے حقائق کے بارے میں درست فہم حاصل کر لیتا ہے، تو وہ اپنی انسانیت کو واقعی بلند کرنے کی سمت پہلا قدم اٹھا چکا ہوتا ہے۔ نشاۃ (نہضہ) کا آغاز معیشت، صنعت یا دولت سے نہیں، بلکہ اس فکر سے ہوتا ہے جو وجود کے معنی اور زندگی کے مقصد کو معین کرتی ہے۔

اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ایک روحانی اور سیاسی عقیدہ ہو جو حقیقی نشاۃ (نہضہ) کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرے، عملی فکر اور گہرے ایمان کو یکجا کرے، اور دنیا اور آخرت کو الگ کیے بغیر باہم مربوط کرے۔ اور یہ عقیدہ، اسلامی عقیدہ ہے جو اسلامی آئیڈیالوجی سے پیوستہ ہے، جو رہنمائی کرنے والے ایمان اور منظم نظام کو ایک جگہ جمع کرتا ہے —ایک ایسی آئیڈیالوجی جو انسانیت کو حقیقی طور پر بلند کرتی ہے، نہ کہ محض ایک خیالی طور پر۔

فہرست

ٹرمپ مسلم ممالک کے حکمرانوں میں موجود اپنے پیروکاروں کو، ایک شرمناک اور ذلت آمیز معاہدے کی طرف لے جانے میں، ان کی قیادت کر رہا ہے

اور یہ حکمران ہیں کہ 'غزہ ہاشم' کو ٹرمپ کی تحویل میں، استعماری قبضے کے تحت دینے کے لیے ٹرمپ کے پیچھے سر جھکائے کھڑے ہیں!

حزب التحریر

(ترجمہ)

بی بی سی عربی نے 18 نومبر 2025ء کو رپورٹ کیا: ''ٹرمپ کی جانب سے غزہ میں امن اقدام کی حمایت کرنے اور امریکہ کی طرف سے پیش کئے گئے قرارداد کے مسودے کی منظوری کے بعد، اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے منگل کی صبح ،امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا غزہ کی پٹی کے لئے منصوبہ بھی منظور کر لیا۔ امریکی صدر ٹرمپ نے غزہ سے متعلق قرارداد پر سلامتی کونسل کی ووٹنگ کو ایک تاریخی لمحہ قرار دیا...''۔

جہاں تک قرارداد 2803 کے مندرجات کا تعلق ہے، تو اسے میڈیا میں شائع کیا گیا اور یہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے 20 نکاتی منصوبے کی توثیق تھی، جو 29 ستمبر 2025ء کو غزہ کے تنازعے کے خاتمے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ مذکورہ سلامتی کونسل کی قرارداد کے سب سے سنگین پہلو یہ چار ہیں:

1-''عبوری انتظامیہ کے طور پر امن بورڈ (BoP) کا قیام جسے بین الاقوامی قانونی حیثیت حاصل ہو گی۔ یہ انتظامیہ جامع منصوبے کے تحت غزہ کی از سرِ نو تعمیر کے لئے جامع فریم ورک ترتیب دے گی، اس کے لیے فنڈنگ کی تنظیم کرے گی، اور یہ سب متعلقہ بین الاقوامی قانونی اصولوں کے مطابق ہو گا... جب تک کہ فلسطینی اتھارٹی (PA) اپنے اصلاحاتی پروگرام کو اطمینان بخش طور پر مکمل کر لے''۔

2-”ایک عبوری حکومتی انتظامیہ کا نفاذ، جس میں غزہ کی پٹی کے قابل اور اہل فلسطینیوں پر مشتمل ایک تکنیکی، غیر سیاسی کمیٹی کا نگرانی اور معاونت کرنا شامل ہو گا...“۔

3-”رکن ممالک کو، جو امن بورڈBoP کے ساتھ کام کر رہے ہوں، اور خود BoP کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ غزہ میں ایک عارضی بین الاقوامی استحکام فورس (ISF) قائم کریں، جو ایسی متحدہ کمان کے تحت تعینات ہو گی جو BoP کے لئے قابلِ قبول ہوں، اور رکن ممالک اس میں اپنی افواج فراہم کریں گے... اور ساتھ ہی جانچ پڑتال کے عمل سے گزری ہوئی نئی تربیت یافتہ فلسطینی پولیس فورس بھی شامل ہو گی، تاکہ سرحدی علاقوں کی سکیورٹی میں مدد مل سکے؛ اور غزہ کی پٹی کو غیر عسکری بنانے کے عمل کی یقین دہانی کرتے ہوئے، غزہ میں سلامتی کے ماحول کو مستحکم کیا جاسکے، جس میں اُس انفراسٹرکچر کو تباہ کرنا اور اس کی دوبارہ تعمیر کی روک تھام کرنا شامل ہے، جو عسکری، دہشتگردی اور جارحانہ کاروائیوں میں استعمال ہوتا ہے...“

4-”سلامتی کونسل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ BoP اور اس قرارداد کے تحت منظور شدہ بین الاقوامی سول اور سکیورٹی موجودگیاں 31 دسمبر 2027ء تک برقرار رہیں گی، جس کے بعد مزید اقدام کا تعین سلامتی کونسل کرے گی... غزہ کے اندر اور باہر افراد کی آمدورفت میں سہولت فراہم کرنے کے لئے، اس انداز سے کہ جو جامع منصوبے کے مطابق ہو،...BoP سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ہر چھ ماہ بعد سلامتی کونسل کو مذکورہ امور سے متعلق پیش رفت کی تحریری رپورٹ پیش کرے“۔

اے مسلمانو! جو بھی ذی شعور سلامتی کونسل کی اِس قرارداد کا جائزہ لے گا، تو اُسے یہ سمجھنے کے لئے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ یہ قرارداد غزہ کو تحویل میں لینے اور اس پر استعماری قبضے کا اعلان ہے۔ اس قرارداد میں ایک حکومتی ڈھانچے کا قیام شامل ہے، یعنی ”بورڈ آف پِیس“، اور یہ بورڈ ایک ”International stabilization force(ISF)“ قائم کرے گا۔ یہ بورڈ اور اس کے تحت قائم کی جانے والی فورس دو سال سے زائد، 31 دسمبر 2027ء تک برقرار رہے گی — اور یہ بھی کوئی حتمی تاریخ نہیں ہے، بلکہ بورڈ کے آئندہ اقدام پر منحصر ہے! مزید برآں، یہ بورڈ ایک عبوری حکومتی انتظامیہ قائم کر رہا ہے اور شرط عائد کرتا ہے کہ یہ غیر سیاسی ہو، تاکہ اسے اصل حکمرانی سے بے دخل رکھا جاسکے۔ اور بات یہیں ختم

نہیں ہوتی؛ یہ بورڈ غزہ میں آنے اور جانے والے لوگوں کی آمد ورفت پر بھی مکمل کنٹرول رکھے گا! یہ خوفناک قرارداد درحقیقت، محض غزہ کی تحویل یا استعماری قبضہ نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے کا منصوبہ ہے!

اے مسلمانو! سلامتی کونسل کی یہ قرارداد کوئی ہنگامی فیصلہ نہیں، بلکہ ٹرمپ کی سوچی سمجھی سازش ہے جسے اس نے مسلم ممالک کے حکمرانوں میں موجود اپنے حواریوں کی تائید سے ترتیب دیا ہے۔ ستمبر 2025ء میں اقوام متحدہ کے اجلاس سے اس کا آغاز ہوا تھا، جب ٹرمپ نے ایک اجلاس کی صدارت کی جس میں سعودی عرب، امارات، قطر، مصر، اردن، ترکی، انڈونیشیا اور پاکستان شامل تھے۔ یہ اجلاس منگل، 23 ستمبر 2025ء کو جنرل اسمبلی کے اجلاسوں کے موقع پر مگر ان سے ہٹ کر ہوا تھا، اور ٹرمپ نے اسے سب سے اہم اجلاس قرار دیا۔ پھر اس نے وہاں اپنا 20 نکاتی منصوبہ پیش کیا، بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ اسے مسلط کیا۔ اور اس منصوبہ کے یہ بیس نکات غزہ کی بربادی، اس کی محکومی اور استعماری قبضے کی داستاں بیان کر رہے تھے، گویا غزہ کو ٹرمپ اور اس کے یہودی چیلوں کے لئے ایک تفریح گاہ بنا دیا جائے جہاں وہ سیر و تفریح کرتے پھریں! اس کے بعد السیسی نے مصر میں ٹرمپ اور اس کے اس خبیث منصوبے کی خوشی میں جشن منایا، جس کے تحت غزہ کو ٹرمپ اور اس کے ساتھی نیتن یاہو کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ مسلم ممالک کے یہ رُوَیبِضہ اور بے وقعت حکمران ٹرمپ اور اس کے منصوبے کی غلامی پر خوشی سے پھولے نہ سمائے! یہ حکمران یہ بھول بیٹھے ہیں، یا مصنوعی طور پر بھول رہے ہیں کہ کفار کی وفاداری اختیار کرنا وہ قبیح جرم ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں ذلت و رسوائی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ**﴾ **"جو لوگ جرم کرتے رہے، ان پر اللہ کے ہاں عنقریب رسوائی مسلط کی جائے گی اور ان کی مکاریوں کے سبب انہیں شدید عذاب دیا جائے گا"** [سورۃ الانعام: 6:124]

اے مسلم ممالک کی سرزمینوں کی افواج! کیا آپ کی رگوں میں خون نہیں کھولتا جبکہ غزۂ ہاشم کی سرزمین، خریدی اور بیچی جا رہی ہے جبکہ آپ چپ چاپ دَم سادھے دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں؟ کیا آپ اُن دو بہترین انجاموں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کی تمنا نہیں کرتے جبکہ آپ یہودیوں کی جانب سے غزہ کے بے گناہ لوگوں، معصوم بچوں، بزرگوں اور عورتوں پر ہونے والے قتلِ عام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ اُن مساجد، اسکولوں اور اسپتالوں کا بدلہ نہیں لیں

گے جو بمباری اور تباہی کا شکار ہوتے رہے ہیں، ان سب افراد سمیت جو اُن میں پناہ لئے ہوئے تھے، اور یہود کی اس وحشیانہ بربریت کا جس نے غزہ میں انسان تو انسان، شجر و حجر تک ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے؟ کیا آپ دنیا و آخرت کی عزت اور وقار کی تمنا نہیں رکھتے تاکہ آپ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کی مدد کرو اور وہ آپ کی مدد کرے؟ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا، ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ * وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْساً لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ**﴾ **"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا * اور جنہوں نے کفر کیا، ان کے لئے بدبختی ہے اور اللہ ان کے اعمال ضائع کردے گا"**[]سورۃ محمد:8،47:7]

اے مسلم افواج کے سپاہیو! کیا آپ اسلام کے اُن مجاہدین کی پیروی کرنے پر قادر نہیں ہو جو آپ سے قبل آئے تھے اور فلسطین اور غزۂ ہاشم کو آزاد کرایا تھا؟ جی ہاں، آپ یقینی طور پر اس بات پر قادر ہیں، کیونکہ آپ نے یہودی وجود کو ایسے گھیرے میں لیا ہوا ہے جیسے کنگن کلائی کو گھیرے ہوتا ہے، مگر آپ کو صرف ایک مخلص اور سچے کمانڈر کی ضرورت ہے۔ کیا آپ میں کوئی ایسا کمانڈر نہیں جو آپ کے اُس دشمن کے خلاف جنگ میں آپ کی قیادت کرے، جس پر اللہ کی طرف سے ذلت اور رسوائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور جو آپ سے لڑ کر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا؟ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ فرماتا ہے: ﴿**وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ**﴾ **"اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی"**۔[آلِ عمران:3:111]، پھر یہ کمانڈر اسلام کی فوج کی قیادت کرے گا، غزہ کو آزاد کرائے گا، جو قبلۂ اول ہے، اور تین مقدس حرمت والی مسجدوں میں سے تیسری ہے، اور پھر اس مسجد الاقصیٰ کی فضاؤں میں ویسے ہی ہر طرف فتح کی تکبیرات بلند ہو کر گونج اٹھیں گی جیسے وہ اس وقت گونجی تھیں جب فاروقِ اعظم عمرؓ نے اسے فتح کیا تھا، جب صلاح الدینؒ نے بیت المقدس کو آزاد (تحریر) کرایا تھا، اور جب خلیفہ عبد الحمید ثانیؒ نے اس مقدس سرزمین کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا...

اور پھر رسول اللہ ﷺ کی وہ بشارت پوری ہوگی: «**لَتُقَاتِلُنَّ الْيهود فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ...**» **"تم ضرور یہودیوں سے لڑوگے، اور تم ضرور انہیں قتل کروگے..."**۔ (اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)۔

اے مسلم ممالک کی سرزمینوں کی افواج! غزہ آپ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے، پس آگے بڑھو اور اس کی مدد کرو۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا: **﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ "اور اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے"۔**[الانفال؛8:72]۔ معاملہ ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ چکا، حتیٰ کہ غزہ کی حوالگی اور اسے استعماری کالونی بنا دینے کے مقام تک! اور آپ کا اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ اپنے دشمن سے ہی نہ لڑیں اور اس مبارک سرزمین کہ جسے اسراء و معراج کا شرف حاصل ہوا، اسے دارالاسلام میں واپس نہ لائیں، تو یہ اطاعت آپ کو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گی۔ حتیٰ کہ جن حکمرانوں کی آپ اطاعت کرتے ہیں، وہی آپ سے بے تعلق ہو جائیں گے، اور اس وقت آپ پچھتاؤ گے، مگر تب بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا: **﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ * وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ "جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان (پیروکاروں) سے بیزار ہو جائیں گے، اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے، اور ان کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ * اور پیروکار کہیں گے: کاش ہمیں ایک اور موقع مل جائے تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے وہ ہم سے بیزار ہو گئے۔ اس طرح اللہ ان کے اعمال انہیں حسرتوں کی صورت میں دکھائے گا... اور وہ آگ سے نکلنے والے نہیں"۔**[البقرۃ:166-167]

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾

"بیشک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اس کے لئے جس کے پاس (بیدار) دل ہو، یا جو پوری توجہ سے سنتا ہو اور وہ متوجہ ہو"۔

[سورۃ ق؛50:37]

حزب التحریر

28 جمادی الاول 1447 ہجری

بمطابق 19 نومبر 2025ء

فہرست

سوال وجواب: چین اور اس کا اپنے محدود علاقائی نقطۂ نظر سے چھٹکارا حاصل کرنا

سوال:

12 اپریل 2014ء کے ایک سوال کے جواب میں یہ بیان کیا گیا تھا: "چین کے پاس طاقت اور ٹکر دینے کا احساس موجود ہے، اور اگر چین کا مقصد صرف اپنے ہی خطے تک محدود رہنا نہ ہوتا، تو وہ امریکہ کا مقابلہ صرف اُسی وقت ہی نہ کرتا جب امریکہ اس کے خطے کی جانب پیش قدمی کرتا ہے، بلکہ چین تو اپنے متعلقہ اثر ورسوخ کے علاقوں میں بھی امریکہ کو چیلنج کرنے کا خطرہ مول نہیں لیتا... اور اگر چین نے بہت سے شعبوں خصوصاً معیشت میں سرمایہ دارانہ نظام کو اپنانا شروع نہ کر دیا ہوتا... تو بین الاقوامی سطح پر اس کی آواز زیادہ بلند ہوتی، اور امریکہ کے مفادات پر چین کا اثر کہیں زیادہ طاقتور ہوتا۔ بہر حال چین میں قوت کا مضبوط احساس موجود ہے، اور وہ اپنے خطے کی خود مختاری کے تحفظ کے لئے سرگرم ہے، چاہے وہ اپنے ہی خطے کے اندر تک محدود کیوں نہ ہو"...،

سوال یہ ہے کہ: کیا چین کی جانب سے امریکہ پر نایاب زمینی معدنیات (rare earth metal) کی برآمد پر پابندی عائد کرنا، چین کی جانب سے امریکی ٹریژری بانڈز کی فروخت کرنا، چین کا اپنی فوج کو جدید اسلحہ سے لیس کرنا، اور بیجنگ کے جنوب مغرب میں دنیا کا سب سے بڑا فوجی کمپلیکس تعمیر کرنا... کیا یہ سب اس بات کی علامت نہیں کہ چین اپنی سیاست کو صرف اپنے علاقائی دائرے تک محدود رکھنے کی سوچ سے آزاد ہو چکا ہے اور اب عالمی سطح پر امریکہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے نقطۂ نظر کو وسعت دے رہا ہے؟

اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب:

درج بالا سوال کے جواب کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیتے ہیں:

1- عوامی جمہوریہ چین 1949ء میں اس وقت قائم ہوا تھا جب ماؤزے تنگ کی قیادت میں کمیونسٹ پارٹی نے چیانگ کائی شیک (Chiang Kai-shek) کی زیرِ قیادت نیشنلسٹ پارٹی کے ساتھ اقتدار کی کشمکش میں کامیابی حاصل کر لی۔ نیشنلسٹ پارٹی کو امریکہ کی کھلی حمایت حاصل تھی۔ چیانگ کائی شیک کی نیشنلسٹ پارٹی تائیوان فرار ہو گئی اور وہاں خود کو "جمہوریہ چین" کا اعلان کر دیا۔ جب

1978ء میں دنگ شیاؤ پنگ (Deng Xiaoping) نے چین کی کمیونسٹ پارٹی کی قیادت سنبھالی، تو اُس نے ماؤ کے برعکس آئیڈیالوجی کے بجائے معیشت کو ترجیح دی۔ اس نے کم اجرت اور زیادہ برآمدات کی بنیاد پر ایک معاشی ماڈل تشکیل دیا، بیرونی سرمایہ کاری کے دروازے کھولے، اور بعد میں 1979ء میں مشرقی چینی شہروں میں خصوصی اقتصادی زون (SEZs) قائم کئے۔

2- دنگ شیاؤ پنگ کے دور میں، چین نے اپنی معیشت اور خارجہ پالیسی وغیرہ میں کمیونسٹ نظریے کو ترک کر دیا تھا اور عملی طور پر سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کا ملغوبہ بنا کر اپنانا شروع کر دیا تھا۔ 1980ء کے بعد سے، تقریباً 45 سال کے دوران، چین نے بے پناہ تیز اقتصادی ترقی حاصل کی اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ سال 2010ء تک، چین امریکہ کے بعد دنیا کی دوسری سب سے بڑی معیشت بن چکا تھا اور اب بھی وہ یہ مقام برقرار رکھے ہوئے ہے۔ "بینک آف امریکہ نے یہ کہا کہ چین 2035ء تک اپنے GDP کو دوگنا کرنے کے قابل ہو جائے گا اور اس دوران امریکہ کو پیچھے چھوڑ کر دنیا کی سب سے بڑی معیشت بن جائے گا..." (سی بی سی عربیہ، 27 فروری، 2021ء)۔ یہ صورت حال اقتصادی اعتبار سے ہے۔

3- عسکری نقطۂ نظر سے، چین اپنی اس اقتصادی طاقت کو ملٹری طاقت میں تبدیل کرنے کی راہ پر گامزن ہے، کیونکہ وہ ہر سال اپنے فوجی بجٹ میں اضافہ کر رہا ہے۔ "چین نے 05 مارچ، 2025ء بروز بدھ کو اعلان کیا تھا کہ وہ 2025ء کے لئے اپنے قومی دفاعی بجٹ میں 7.2 فیصد اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جو کہ دفاعی بجٹ میں ایک ہندسہ کی شرح سے اضافہ کرنے کا مسلسل دسواں سال بنتا ہے۔ یوں منصوبہ کے مطابق، اس سال ملک کے لئے دفاعی اخراجات 1.784665 ٹریلین یوآن (یعنی تقریباً 249 ارب امریکی ڈالر) ہوں گے..." (العربی نیوز، 05 مارچ، 2025ء)۔ اس کے علاوہ، چینی فوج کی روایتی اور نیوکلئیر صلاحیتیں بھی ترقی کر رہی ہے۔ امریکی محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ جو بروز بدھ (18 دسمبر، 2024ء)، کانگریس میں پیش کی گئی تھی، کے مطابق، 2024ء کے وسط تک چین کے پاس 600 سے زائد نیوکلئیر وار ہیڈز موجود تھے، اور 2030ء تک یہ تعداد بڑھ کر 1,000 سے تجاوز کر جائے گی... (آر ٹی، 18 دسمبر، 2024ء)۔ چین نے 03 ستمبر، 2025ء کو ہونے والی ایک ملٹری پریڈ میں اپنے جدید ترین ہتھیاروں کا مظاہرہ کیا، جو کہ دوسری جنگ عظیم میں جاپان پر فتح کی 80 ویں سالگرہ کے موقع پر منعقد ہوئی تھی۔ اور اس پریڈ میں چین کی فوجی ترقی کی وسعت واضح طور پر نظر آئی۔

4- سیاسی نقطہ نظر سے، چین خطے کی ایک بڑی اور آزاد طاقت ہے جو دیگر علاقائی طاقتوں، جیسے جاپان اور جنوبی کوریا کی طرح امریکہ کے تابع نہیں ہے۔ چین خطے میں سیاسی عزائم رکھتا ہے، جو قومی مفادات اور اقتصادی مفادات پر مبنی ہیں، اور یہ آئیڈیولوجیکل نوعیت کے نہیں ہیں۔ بحیرۂ جنوبی چین، چین کے لئے نہایت اہمیت رکھتا ہے؛ یہاں اہم بحری راستے، ماہی گیری کے علاقے، اور سمندر کے نیچے تیل و گیس کے ذخائر موجود ہیں، جو چین کے مسلسل بڑھتے ہوئے صنعتی اور اقتصادی شعبے کے لئے ناگزیر ہیں۔ امریکی انرجی انفارمیشن ایڈمنسٹریشن (EIA) کی 2013ء کی رپورٹ کے مطابق، اس بحری علاقے میں تقریباً 11 ارب بیرل تیل اور 190 ٹریلین کیوبک فٹ قدرتی گیس کے ذخائر موجود ہیں (EIA - 13 اپریل، 2013ء)۔ اس کے علاوہ، دنیا کی 80 فیصد سے زائد تجارت بحیرۂ جنوبی چین کے راستے سے گزرتی ہے، اور تجارتی اشیاء میں اس کی مالیت تقریباً 5.3 ٹریلین ڈالر ہے (China Power, 2016)۔ لہٰذا، چین اس جغرافیائی اور اسٹریٹجک خطے میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہے اور اس پر اپنے حق کا دعویٰ کرتا ہے۔

5- امریکہ، جو خود کو دنیا کا پولیس مین سمجھتا ہے، وہ اپنی ایشیائی حکمتِ عملی کے مطابق چین کے عروج کو روکنے اور اسے اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور امریکہ اپنا یہ مقصد کبھی یورپ سے فوجی دستوں اور سازوسامان کو بحرالکاہل کے خطے میں منتقل کر کے، کبھی تائیوان کے بحران سے فائدہ اٹھا کر، کبھی بھارت کو استعمال کر کے، تو کبھی علاقائی طاقتوں کے ساتھ فوجی اتحاد قائم کر کے جیسے AUKUS جس میں آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ شامل ہے اور QUAD جس میں امریکہ، آسٹریلیا، بھارت اور جاپان شامل ہے، اور کبھی تو ہواوے (Huawei) جیسی چینی کمپنیوں کے خلاف اقتصادی جنگیں چھیڑ کر پورا کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد امریکہ نے اپنے مخالفین کی فہرست میں اسلام کو اپنا "آئیڈیالوجیکل" دشمن جبکہ چین کو اپنی ریاست کے دشمن کے طور پر سرفہرست رکھا ہوا ہے۔ اگرچہ عراق اور افغانستان کی جنگیں چین کے ساتھ امریکہ کی کشیدگی میں تاخیر اور سست روی کا باعث بنی تھیں، لیکن بہرحال ان جنگوں کے بعد سے امریکہ نے اپنی پوری توجہ چین پر مرکوز کر دی ہے، خاص طور پر تجارتی جنگوں کے ذریعے سے۔

6- اس وضاحت کے بعد اب ہم سوال کے جواب کے جائزے کی طرف بڑھتے ہیں:

الف — جہاں تک نایاب زمینی معدنیات کی برآمد کا تعلق ہے، چین ان کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے، خصوصاً جو جدید ٹیکنالوجی کی ترقی یافتہ صنعتوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ نایاب معدنیات تقریباً 17 اقسام پر مشتمل ہیں جو دنیا کی 200 سے زائد جدید صنعتوں میں

استعمال ہوتی ہیں۔ یہ معدنیات ملٹری کی صنعتوں جیسے جنگی طیاروں، آبدوزوں، خلائی جہازوں اور ڈرونز کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اور ان معدنیات میں سے ایک خاصی بڑی مقدار چین میں ہی کان کنی کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ چین نے ان معدنیات کے معاملے کو امریکہ کے خلاف اپنی تجارتی جنگ میں ایک دباؤ کے طور پر استعمال کیا ہے تاکہ مراعات حاصل کی جاسکیں۔ اور یقیناً یہی کچھ حقیقت میں ہوا، جب ٹرمپ نے چین پر محصولات (tariffs) بتدریج بڑھانے کا اعلان کیا، جو آخرکار 08 اپریل 2025ء کو 104٪ فیصد تک جا پہنچے، تو چین نے 9 اکتوبر 2025ء کو امریکہ کے لئے نایاب زمینی معدنیات کی برآمدات پر پابندیوں کا اعلان کرکے جواب دیا۔ چین کے پاس دنیا کی نایاب زمینی معدنیات کے 49٪ فیصد ذخائر ہیں اور وہ ان معدنیات کی عالمی سالانہ پیداوار کا 69٪ فیصد فراہم کرتا ہے۔ چین کا یہ اقدام، عمل اور ردّ عمل کی ایک مثال تھی۔ پھر یہ عمل اور اس پر ردّ عمل دوبارہ دہرایا گیا: یعنی ٹرمپ نے محصولات کو تقریباً 47٪ فیصد تک کم کردیا۔ جنوبی کوریا کے شہر بوسان میں اپنے چینی ہم منصب سے ملاقات کے بعد، جو 30 اکتوبر 2025ء کو ایشیا پیسیفک اکنامک کوآپریشن (APEC) کی 32 ویں سربراہی کانفرنس کے موقع پر ہوئی تھی، ٹرمپ نے اپنے طیارے ایئر فورس ون میں واپس روانہ ہوتے وقت کہا کہ "چین پر امریکہ کی جانب سے عائد محصولات کو 47٪ فیصد تک کم کیا جائے گا، اور نایاب زمینی معدنیات سے متعلق تمام مسائل حل ہوچکے ہیں، اور یہ معاہدہ ایک سال تک جاری رہے گا جبکہ اس میں توسیع کا امکان بھی ہے" (الشرق الاوسط، العربی الجدید، 30 اکتوبر 2025ء)۔ لہٰذا، نایاب زمینی معدنیات پر چین کی پابندیاں تنگ نظری سے ہٹنے کی علامت نہیں تھیں، بلکہ امریکی محصولات عائد کرنے کے فیصلے پر ایک ردّ عمل یعنی دباؤ کا حربہ تھیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ محصولات کم کردیئے گئے اور نایاب معدنیات پر پابندیاں ایک سال کے لئے معطل کردی گئیں۔

ب- جہاں تک چین کا امریکی ٹریژری بانڈز کے اپنے حصص کی فروخت کا سوال ہے، جن کی مالیت اکتوبر 2017ء میں 1.189 ٹریلین ڈالر تھی۔ "چین کے پاس امریکی ٹریژری بانڈز 2009ء کے بعد سے اپنی کم ترین سطح پر آگئے ہیں... منگل (18 فروری، 2025ء) کو امریکی ٹریژری ڈیپارٹمنٹ کے اعداد و شمار سے پتہ چلا ہے کہ چینی سرمایہ کاروں کے پاس موجود امریکی قرضوں کی مالیت 2024ء میں 57 ارب ڈالر کم ہو کر 759 ارب ڈالر رہ گئی تھی، جبکہ اس میں دیگر ممالک کے اکاؤنٹس میں موجود چینی ملکیت کے ٹریژری بانڈز شامل نہیں ہیں..." (الجزیرہ نیٹ، 19 فروری، 2025ء)۔ یہ قدم بھی ایک دفاعی حکمتِ عملی کے طور پر اٹھایا گیا تھا تاکہ خطرات کو کم کیا جاسکے، نہ کہ کسی آئیڈیالوجیکل سوچ کے تحت؛ جیسا کہ معلوم ہے کہ امریکہ اور یورپ نے 2022ء میں روس کی یوکرین پر جنگ کے بعد

سے روسی اثاثوں میں سے 300 ارب ڈالر منجمد کر دیے تھے اور SWIFT نظام کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا۔ لہٰذا، غالب امکان یہی ہے کہ چین نے ان بانڈز کو سونے کے ذخائر میں تبدیل کر دیا ہو تاکہ تائیوان پر ممکنہ حملے یا تجارتی جنگوں جیسے کسی بھی دیگر سبب سے امریکہ کی جانب سے چینی اثاثوں کو منجمد کر دینے سے بچا جا سکے، جیسا کہ امریکہ نے روس کے ساتھ کیا۔ ”صرف گزشتہ سال ہی چین نے اپنے ذخائر میں 550 ارب ڈالر مالیت کا کئی ٹن مزید سونا شامل کر لیا۔ گزشتہ ماہ چین کے سرکاری ذخائر میں سونے کا تناسب بڑھ کر ریکارڈ سطح 4.9٪ فیصد تک پہنچ گیا ... “ (Artigercek.com، 18 مئی 2024ء)۔ بعض ماہرین کا یہ دعویٰ کہ چین کے اثاثوں میں کمی انہیں بیلجیم کے یوروکلیئر (Euroclear) اور لکسمبرگ کے کلیئر سٹریم (Clearstream) جیسی سکیورٹیز ڈپازٹریز میں منتقل کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن یہ دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسی صورت حال میں بھی، چین کے وہ اثاثے جو اگر اس نے امریکہ سے بیلجیم اور لکسمبرگ منتقل کر دیئے ہوں، تو وہ امریکہ کے ان ممالک پر دباؤ ڈالنے کی صورت میں منجمد ہونے کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا، سونا اب بھی سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے اور یہی ترجیحی انتخاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اقدام بھی چین کے فکری تنگ نظری سے ہٹنے کی علامت نہیں ہے، بلکہ اسے ایک احتیاطی تدبیر کے طور پر دیکھا جانا چاہیئے۔ نایاب زمینی معدنیات سے متعلق چین کے اقدامات اور امریکی ٹریژری بانڈز کی فروخت ـــ دونوں ہی امریکہ کی پالیسیوں کے ردِ عمل کے طور پر تھے، جیسا کہ پچھلے جواب میں بیان کیا گیا تھا کہ: ”چین امریکہ کا مقابلہ ردعمل کے طور پر صرف اُسی وقت ہی کرتا ہے جب امریکہ اس کی جانب پیش قدمی کرتا ہے“۔

ج ـــ جہاں تک چین کا اپنی فوج کو جدید بنانے اور بیجنگ کے جنوب مغرب میں دنیا کے سب سے بڑے ملٹری کمپلیکس کی تعمیر کا تعلق ہے: اس سلسلے میں چینی فوج نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ وہ 2027ء تک پیپلز لبریشن آرمی (PLA) کے صد سالہ اہداف کی تکمیل کو حاصل کر لیں گے، اور یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ فوج کی جدید کاری کی کوششوں کو تیز کرے گی اور جنگی تیاری میں اضافہ کرے گی۔ پیپلز لبریشن آرمی اور پیپلز آرمڈ پولیس فورس کے وفد کے ترجمان وو چیان (Wu Qian) نے کہا کہ صد سالہ اہداف کا حصول اور عسکری صلاحیتوں میں ترقی ”اسٹریٹجک ترجیح“ ہے، جو قومی دفاع کی جدید کاری کے لئے چین کی وسیع تر کوششوں کا حصہ ہے۔ وو چیان کا کہنا تھا: ”ہمیں اپنی تمام کوششیں اس بات کے لیے وقف کرنی چاہئیں کہ ہم اپنے اہداف کو مضبوط کارکردگی کے ساتھ اور مقررہ وقت پر حاصل کریں“ (Defense-arabic.com، 13 مارچ، 2025ء)۔ اور ”فائنانشل ٹائمز“ نے موجودہ اور سابق امریکی حکام کے

حوالے سے کہا ہے کہ ”چینی فوج بیجنگ کے مغرب میں ایک وسیع و عریض کمپلیکس تعمیر کر رہی ہے، جسے امریکی انٹیلی جنس ایجنسیاں جنگ کے زمانے کے کمانڈ سینٹر کے طور پر دیکھتی ہیں۔ یہ کمپلیکس امریکی محکمہ دفاع "پینٹا گون" سے بھی کہیں بڑا ہے۔ اخبار کے مطابق حاصل کردہ سیٹلائٹ تصاویر بیجنگ سے 30 کلو میٹر جنوب مغرب میں واقع ایک ایسا زیرِ تعمیر مقام دکھاتی ہیں جو 4 ہزار مربع میٹر سے زیادہ رقبے پر محیط ہے۔ بیجنگ کی تصاویر میں گہرے گڑھے دکھائی دیتے ہیں جنہیں فوجی ماہرین بڑے اور مضبوط بنکر قرار دیتے ہیں، جو کسی بھی ممکنہ تنازعہ بشمول جوہری جنگ کے دوران چینی عسکری قیادت کی حفاظت کرنے کے کام آئیں گے ...“ (الجزیرہ نیٹ، 31 جنوری، 2025ء)۔ اس تمام صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فوج کی جدید کاری، بیجنگ سے 30 کلو میٹر کے فاصلے پر ایک بڑے کمانڈ سینٹر کی تعمیر، بحیرۂ جنوبی چین میں مصنوعی جزیروں کی تعمیر، یا بحری بیڑے کی تیز رفتار توسیع، یہ سب امریکہ کے اس اقدام کے جواب میں ”ردِ عمل“ کے طور پر سامنے آئے ہیں، کیونکہ امریکہ نے اپنی بحری افواج کا 60٪ فیصد حصہ اس خطے میں تعینات کر رکھا ہے۔ بالفاظِ دیگر، اس فوجی کمپلیکس کی تعمیر کا مقصد یہ نہیں تھا کہ امریکہ کے سابقہ نو آبادیاتی علاقوں میں امریکہ سے الجھا جائے اور اسے ہٹا کر اس کی جگہ لے لی جائے، جیسا کہ امریکہ نے خود کیا تھا جب وہ اپنے علاقوں کو دھمکانے کے لئے تنازعہ میں کود پڑا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد نہ ہی برطانیہ نے اور نہ ہی چین نے امریکہ کی نو آبادیات کالونیوں میں اسے ہٹانے کی کوشش کی، اور نہ ہی چین نے اپنی فوج کی جدید کاری اس لئے کی کہ امریکہ کو اس کی کالونیوں سے نکال باہر کیا جائے، اس کے اثر و نفوذ کو کمزور کرے یا اسے ہٹا کر اس کی جگہ لے لے۔ بلکہ یہ تمام اقدامات امریکی اجارہ داری کو روکنے کے لئے ہیں کہ امریکہ چین کے اپنے علاقائی دائرے پر غلبہ نہ حاصل کر لے (چین صرف اپنے علاقے کی حفاظت تک ہی محدود رہتا ہے۔) یعنی چین کی طرف سے یہ سب کچھ خطے میں امریکی فوجی بڑھوتری کے مقابلے میں ایک ردِ عمل ہے۔

7- نتیجہ یہ کہ، بہر حال دورِ حاظر میں چین ایسی مادی صلاحیتیں رکھتا ہے کہ وہ ایک عالمی سپر پاور بن سکے۔ تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چین نے ابھی تک یہ جرأت نہیں کی کہ وہ امریکہ کو اس کے اثر و رسوخ کے حلقوں یا دیگر علاقوں میں چیلنج کرے۔ یہی وجہ ہے کہ چین نے تائیوان کو زبردستی اپنا حصہ نہیں بنایا، جیسا کہ وہ منصوبہ بناتا رہا اور دھمکیاں بھی دیتا رہا ہے، خصوصاً اس کے بعد جب چین نے، 2022 میں یوکرین پر روسی حملے کے بعد، امریکہ اور مغربی ممالک کی جانب سے روس پر عائد ہونے والی پابندیوں کو دیکھا۔ اسی لیے چین امریکہ کو اس کے اثر و رسوخ کے علاقوں، یا مغرب کے زیرِ اثر افریقہ، ایشیا اور دیگر خطوں میں چیلنج کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہے۔ حتیٰ

کہ چین نے اپنی وہ طویل المدتی حکمتِ عملی بھی ترک کر دی ہے جس میں اس نے اپنے بحر الکاہل کے ساحل سے لے کر بحرِ ہند اور افریقہ تک پھیلے ہوئے فوجی اڈے قائم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، سوائے جبوتی میں اپنے اڈے کے۔ چین نے پاناما میں اپنے مفادات کے خلاف امریکی دھمکیوں پر بھی کوئی مضبوط اور سنجیدہ مؤقف اختیار نہیں کیا، کیونکہ پاناما ان دھمکیوں کے سامنے جھک گیا تھا اور 2 جون 2025ء کو چین کے نئی شاہراہِ ریشم (New Silk Road Agreement) کے اُس معاہدے سے دستبردار ہو گیا جس میں نہرِ پاناما پر چین کی نگرانی کا معاملہ شامل تھا۔ لہٰذا، چین اپنی حدود کے قریب امریکہ کی حرکات کا محض ردِ عمل ظاہر کرتا ہے اور خود سے کوئی اقدام نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے پچھلے سوال کے جواب میں جو کچھ ذکر کیا گیا تھا وہ آج بھی درست ہے، یعنی خطے میں چین کا ابھر کر ظاہر ہونا واضح ہے اور وہ اس میں مقابلہ بھی کر رہا ہے، مگر یہ ابھرنا عالمی سطح پر نہیں جس میں وہ امریکہ کے ہم مقابل آن کھڑا ہو۔ تاہم، یہ صورتحال صرف ابھی تک کی ہے، اور یہ بعید نہیں کہ مستقبل میں نئے سیاسی و فکری حالات پیدا ہو جائیں جو چین کو عالمی سطح پر سنجیدہ سیاسی اقدامات کی طرف دھکیل دیں، خصوصاً جب کہ وہ عسکری اور معاشی طور پر ترقی کر رہا ہے۔

8- آخر میں، چاہے یہ ریاستیں امریکا ہوں یا چین، یا دونوں، یہ اس دنیا میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں اور دونوں ہی ایسی راہ پر ہیں جس میں شر ہی شر ہے، جو ان کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکاروں کو بھی گھیرے ہوئے ہے۔ یہ ایک کھوکھلی تہذیب ہے جس کے پیروکار کامیاب نہ ہو سکے۔ آج زمین پر ان کا عروج نظر آنا صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ریاست موجود نہیں جو دنیا بھر میں خیر پھیلائے، ان کے شر و فساد کو ختم کرے اور ان کو نیست و نابود کر دے۔ اور وہ ریاست، خلافتِ راشدہ، دوبارہ آئے گی، اِن شاءاللہ، جو انہیں اسی طرح سے ہٹا دے گی جیسے اس سے پہلے ان جیسے لوگوں، فارس اور روم، کو ہٹا دیا گیا تھا۔ اسلامی اُمت ایک زندہ اور سرگرم اُمت ہے، جو تیزی سے اپنی اصل راہ کی طرف لوٹ رہی ہے، اُس راہ کی طرف جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کے لئے مقرر فرما دیا ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ”تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو“۔ [سورۃ آلِ عمران؛3:110]

مزید یہ کہ، اُمت کے اندر ایک حزب موجود ہے جو صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے لئے مخلص ہے، اس کے رسول ﷺ کے لئے سچی ہے، جو شب و روز مسلسل جدوجہد میں مصروف ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارتیں اس کے شباب کے

ذریعے پوری ہو جائیں۔ وہ اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کرتے، اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حکم سے نہ ان کی ہمت ٹوٹتی ہے نہ عزم کمزور ہوتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ ان کے ہاتھوں پورا ہو جائے، اور خلافتِ راشدہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے وعدے اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت کے مطابق دوبارہ قائم ہو جائے، اور مسلمان روم کو بھی اسی طرح فتح کریں جیسے انہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تھا۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: **(بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَكْتُبُ إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلاً قُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، «مَدِينَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلاً يَعْنِي قُسْطَنْطِينِيَّةَ»)** "جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھ کر لکھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: دو شہروں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہو گا، قسطنطنیہ یا روم؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہرقل کا شہر پہلے فتح ہو گا، یعنی قسطنطنیہ"۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن مؤمن خوش ہوں گے * اللہ کی مدد پر۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور وہ زبردست اور رحم والا ہے"۔** [سورۃ الروم: 4-5]

یکم جمادی الآخر 1447ھ-

بمطابق 22 نومبر 2025 عیسوی

[فہرست](#)

ظالموں کی طرفداری کرنے کے خطرات!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ "اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو، ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھولے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا، پھر تم کوئی مدد بھی نہ پاؤ گے"[ھود؛11:113]

یہ آیت ہر صاحبِ عقل انسان کو ٹھہر کر سوچنے اور اس کے حواس کو جھنجھوڑ دینے کے لئے کافی ہے... اس آیتِ مبارکہ پر غور و فکر کرنے اور اس کے مفہوم میں تدبر سے پہلے ضروری ہے کہ لغوی اعتبار سے "جھکنے"، "میلان" اور "رجحان" کے معانی کا جائزہ لیا جائے۔

اگر ہم عربی لغات سے رجوع کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "رُکون" کا معنی رجحان اور ٹھہراؤ ہے۔ الزمخشريؒ کے مطابق یہاں "رُکون" کے معانی «المیلُ الیسیرُ» "سہل فراہم کرنے کا میلان" ہے۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں: «الرُّكونُ حقيقتُه الاستنادُ والاعتمادُ، والسكونُ إلى الشيءِ والرِّضى به» "رُکون کے لفظی مفہوم جھکاؤ کرنے، اعتماد کرنے، کسی چیز کی طرف مطمئن ہونے اور اس پر راضی ہونے کا نام ہے"۔ قتادہؒ نے کہا: «معناه لا تَوَدُّوهم ولا تُطيعوهم» "اس کا معنی ہے: نہ تو تم ان سے دوستی کرو اور نہ ہی ان کی اطاعت کرو"۔ ابن جریجؒ نے کہا: «لا تَميلوا إليهم» "تم ان کی طرف مائل نہ ہو"۔ ابو العالیہؒ نے کہا: «لا تَرضَوا أعمالَهم» "تم ان کے اعمال سے راضی نہ ہو"۔ یہ سب تفسیریں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ جبکہ ابن زیدؒ نے کہا: «الرُّكونُ هنا الإدهانُ» "یہاں رُکون سے مراد چاپلوسی یا خوشامد ہے"۔

ماہرینِ لسانیات نے "میلان (inclination)" کی تشریح محض کسی کی طرف جھکاؤ رکھنے اور اس کے ساتھ مانوس یا مطمئن ہو جانے کے طور پر کی ہے۔ امام قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ لغت میں میلان کا حقیقی مفہوم کسی پر انحصار کرنا، اس پر اعتماد کرنا، اس کے ساتھ اطمینان محسوس کرنا اور اس پر راضی ہو جانا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ لفظ "رُکن" (کونہ یا ستون) سے ماخوذ ہو، جو ہر عمارت کا سہارا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾ "یا کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا" [ھود؛11:80]، قرآنِ کریم نے یہاں "رُکن" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو کامل اور مضبوط میلان کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے بدرجۂ اولیٰ یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ ظالموں کی مدد اور ان کی تائید سے منع کرنا بدرجۂ اولیٰ مقصود ہے۔ لفظ "میلان" اس ممانعت کے مقصد کے بارے میں کہیں زیادہ گہرا مفہوم رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے، ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ "بے شک

شراب، جُوا، بت، اور فال کے تیر ناپاک ہیں، شیطانی کاموں میں سے ہیں، پس ان سے پوری طرح بچو" [المائدۃ: 5:90]۔ یہاں "اجتناب" (بچنے) کا لفظ، اس تعبیر سے کہیں زیادہ مؤکد اور سخت ہے کہ صرف یہ کہہ دیا جائے، "شراب نہ پیو اور جُوا نہ کھیلو"۔

پس میلان (inclination) میں یہ تمام معانی شامل ہیں، «المیلَ والسکونَ والاطمئنانَ والاعتمادَ» یعنی "جھکاؤ، ٹھہراؤ، اطمینان، اور انحصار"، کیونکہ کسی چیز کی طرف ٹھہر جانا اور اس پر ثابت قدم ہو جانا قوت اور پختگی کے مفہوم میں داخل ہے۔ عربی زبان انحصار کے تدریجی معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جو محض میلان سے شروع ہوتے ہیں، پھر ٹھہراؤ کی طرف بڑھتے ہیں، اس کے بعد اطمینان کی صورت اختیار کرتے ہیں، اور بالآخر انحصار تک پہنچ جاتے ہیں؛ اور ان میں سے بعض معانی دیگر معانی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ ظلم ایک ہی درجے کا نہیں ہوتا بلکہ اس کی مختلف اقسام اور درجات موجود ہیں۔ لہٰذا جب ظلم کی اقسام اور درجات ہیں تو یہ بات بھی مناسب ہے کہ اس آیت میں ظلم کی طرف میلان کی ممانعت بھی اقسام اور درجات پر مشتمل ہو، اور میلان کا مفہوم اس لفظ میں پوشیدہ تمام معنوی وسعت کے ساتھ ان تمام صورتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو۔

اور امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں "رُکون" کی ضد «النُّفور» یعنی ظالمین سے "بیزاری و دوری" بیان کی ہے۔ پس فعل «تَرکَنوا» "جھکنا" کے تمام معانی دل کے اعمال اور ظاہری اعمال سے متفرق نہیں ہیں۔ دل سے متعلق اعمال میں میلان، جھکاؤ، محبت، اور رضامندی ہونا شامل ہیں، جبکہ ظاہری اعمال میں بے عملی، ظلم کو برپا کرنے میں شرکت، اور ظالموں کی چاپلوسی کرنا شامل ہیں جیسے، ظالموں سے ملاقاتیں کرنا، ان کے ساتھ صحبت رکھنا، ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کی تعریف کرنا، اور ان پر انحصار کرنا شامل ہیں۔ ظالم کی طرف جھکاؤ کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ اسے دوسروں پر ظلم کرنے سے نہ روکا جائے، جبکہ اس جھکاؤ کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ ظالم کی خاطر اور اس کے حواریوں کی خاطر اس ظلم کو مزید بڑھاوا دیا جائے۔

ہمیں اس آیتِ مبارکہ پر ٹھہر کر غور و فکر کرنا چاہئے:

1- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد، ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ﴾ **"اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو"** [ھود: 11:113]، یہ ایک ایسی ممانعت ہے جو قرآنِ کریم میں دوبارہ نہیں آئی، اور سورۃ ہود کی یہ آیت اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتی ہے، کیونکہ اس سورۃ میں سات قوموں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو سب ظلم اور جبر کی خصلت میں مشترک تھیں، اور کتاب اللہ میں مختلف مقامات پر ان کا ذکر آیا ہے۔ ظالموں کی طرف میلان سے منع کرنے کا یہ حکم سورۃ ہود کے آخر میں آیا ہے، جب سورۃ میں ظلم و طغیان کے تمام مناظر اور مثالیں بیان کر دی گئیں، حالانکہ ہر قوم میں طاقت کے ڈھانچے اور استبداد کی شکلیں ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔

ظلم کی طرف جس میلان سے منع کیا گیا ہے اس میں یہ سب امور شامل ہیں، یعنی ظالموں کے اعمال پر راضی ہونا، ان کے طریقوں کو دوسروں کی نگاہ میں آراستہ کرنا اور خوشنما بنا کر پیش کرنا، اور ظالم کی کسی بھی زیادتی یا حرام کام میں ان کے ساتھ شریک ہونا۔

اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا، «جعلَ اللهُ الدِّينَ بين لاَءَيْن: ﴿وَلَا تَطْغَوْا﴾، ﴿وَلَا تَرْكَنُوا﴾» "اللہ تعالیٰ نے دین کو دو ممانعتوں کے درمیان رکھا ہے، "اور سرکشی نہ کرو" [سورۃ طٰہٰ؛ 20:81] اور "اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو" [ھود؛ 11:113]۔ پس حسن بصریؒ نے پورے دین کو دو نکات میں سمو دیا ہے: یعنی ایک زیادتی اور سرکشی سے ممانعت، اور دوسرا ظالموں کی طرف میلان سے ممانعت۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ظالموں کی طرف میلان سے بچنا کس قدر اہم ہے، کیونکہ یہ میلان دین کو کمزور کر دیتا ہے اور اس کے وقار کو گھٹا دیتا ہے۔

2- ظلم اور ظالموں کی طرف میلان کا نقصان افراد سے زیادہ پورے معاشرے اور ریاست کو پہنچتا ہے۔ ظالموں کی طرف میلان کا خطرہ خاص طور پر اس وقت شدید ہو جاتا ہے جب یہ اجتماعی صورت اختیار کر لے، یعنی جب شہری عمومی طور پر ظالم کے سامنے جھک جائیں۔ اس آیت میں ہم یہ بات نوٹ کرتے ہیں کہ ظلم کی ممانعت بھی جمع کے صیغے میں آئی ہے، اور ظالموں کی طرف میلان کی ممانعت بھی جمع کے صیغے میں آئی ہے، نہ کہ واحد کے، اور یہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ظالموں کی طرف میلان ہونا کس قدر خطرناک ہے۔ جہاں کہیں بھی کسی معاشرے میں جبر و استبداد پایا جاتا ہے، وہاں لوگوں کا ایک ایسا گروہ ضرور ہوتا ہے جو ظالموں کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اس میلان ہونے کی وجہ سے ان میں حقیقی نیکی اور تقویٰ حاصل نہیں ہو پاتا۔

3- میلان اکثر ظلم کے مقابلے میں سب سے آسان منفی ردِ عمل ہوتا ہے، چاہے وہ احساس کی سطح پر ہو یا عمل کی سطح پر، یعنی ظالموں کے خلاف بیزاری ظاہر کرنے والا کوئی اقدام نہ کرنا۔ تاہم یہاں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ محض بے عملی کا اظہار کرنا، یعنی نہ کوئی حمایت اور نہ ہی باقاعدہ جھکاؤ، بلکہ ظالموں کے مقابلے میں صرف بے عملی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیت میں «الذين ظلموا» "وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا" کا اسلوب استعمال کیا گیا ہے، نہ کہ «الظالمين» "ظالم"، تو اس سے یہ معنی مراد ہے کہ آیت کے آغاز میں آنے والی ممانعت دراصل خواہشات کے پست ہو کر "ان لوگوں کی طرف مائل ہونے" سے متعلق ہے جنھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا؛ نیز ان سے وابستگی پیدا کرنا، ان کی صحبت اختیار کرنا، ان کے ساتھ بیٹھنا، ان سے ملاقاتیں کرنا، ان کی خوشامد کرنا، ان کے اعمال پر راضی ہونا، ان کے طور طریقے اور ان کی نقالی کرنا، ان جیسا لباس پہننا، ان کی آرائش کو دلچسپی اور دلکشی سے دیکھنا، اور ان ظالموں کا تذکرہ اس انداز میں کرنا جو ان کی تعظیم اور بڑائی کا باعث بنے، تو یہ سب اعمال اس ممانعت کے دائرے میں شامل ہیں۔

الإمامُ الآلوسيُّ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: «ذهب أكثرُ المفسّرينَ، قالوا: وإذا كان حالُ الميلِ في الجملةِ إلى من وُجدَ منه ظلمٌ ما في الإفضاءِ إلى مَساسِ النّاسِ النّارِ، فما ظنُّك بمن يميلُ إلى الراسخينَ في الظلمِ كلَّ الميلِ؟!» "زیادہ تر مفسرین نے کہا ہے: اگر ظلم کرنے والوں کی طرف ذرا سا عمومی میلان ہی لوگوں کو (جہنم کی) آگ کی طرف لے جانے کا باعث بن سکتا ہے، تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو ظلم میں راسخ لوگوں کی طرف پورا جھکاؤ رکھتے

ہیں ؟!“۔ آیت کا اسلوب عمومی ہے اور ہر ظالم کے بارے میں ہے، چاہے وہ مؤمن ہو یا کافر۔ قرطبیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ آیت عمومی طور پر تمام ظالموں کے حوالے سے ہے۔ اسی سلسلے میں عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، «إنّه ينطبقُ على العمومِ بلا أيِّ فرقٍ بين مسلمٍ أو غيرِ مسلمٍ، لأنَّ العبرةَ بعمومِ اللفظِ لا بخصوصِ السببِ» ”یہ عمومی طور پر لاگو ہوتی ہے، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، کیونکہ سبق آیت کے الفاظ کے عموم میں ہے، نہ کہ نزول کے سبب کی خصوصیت میں“۔ امام الشوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا، «الظاهرُ من الآيةِ العمومُ، ولو فُرِضَ أنَّ سببَ النزولِ هم المشركونَ، لكان الاعتبارُ بعمومِ اللفظِ لا بخصوصِ السببِ» ”آیت کا ظاہری مفہوم عمومی ہے، اور اگر فرض کیا جائے کہ نزول کا سبب مشرکین تھے، تو بھی غور و فکر الفاظ کے عموم میں ہو گا، نہ کہ نزول کے سبب کی خصوصیت میں“۔

4- اس آیتِ مبارکہ نے ظالموں کی طرف میلان کے دو بھیانک نتائج واضح کیے ہیں: پہلا نتیجہ دنیاوی ہے: یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرۃ اور مدد سے محرومی۔ دوسرا نتیجہ آخرت میں ہے: یعنی جہنم کی آگ اور دوزخ کی سزا۔

یہ دونوں نتائج اس آیت سے مستنبط کیے جا سکتے ہیں: **﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ ”ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھو لے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہو گا، پھر تم کوئی مدد بھی نہ پاؤ گے“**

[ھود؛11:113]

گویا اللہ تعالیٰ ہم سے کہہ رہے ہیں، ”اگر تم ظالموں کے راستے پر راضی ہو جاؤ، ان کے نقشِ قدم پر چلنے لگو، اور ان کے باطل کی حمایت کرو، تو آخرت میں دوزخ کی آگ تمہیں پکڑ لے گی، اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تمہیں چھوڑ دے گا، تمہارے دشمن کو تم پر غالب کر دے گا، اور تمہیں تنہا کر دے گا“۔ یہی حالت آج کے مسلمانوں کی جماعت کی بھی ہے۔ جب تم خود کو کسی ظالم کے ساتھ ملا لیتے ہو، تو دراصل تم اللہ تعالیٰ کے راستے کے خلاف ہو جاتے ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے گا، اور جب اللہ تمہیں چھوڑ دے تو تمہارا کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔

ذرا غور کریں کہ ظالموں کی طرف محض میلان کی سزا یہ ہے، **﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ ”ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھو لے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہو گا، پھر تم کوئی مدد بھی نہ پاؤ گے“**[ھود؛11:113]،

امام الشوکانیؒ نے اس کے بارے میں فرمایا، «قوله، ﴿فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ﴾ بسببِ الرُّكونِ إليهم، وفيه إشارةٌ إلى أنَّ الظلمةَ أهلُ النارِ أو كالنارِ، ومصاحبةُ النارِ توجبُ لا محالةَ مَسَّ النارِ» ”پھر آگ تمہیں چھو لے گی' کا

سبب ظالموں کی طرف میلان ہونا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ ظالم لوگ دوزخ کے اہل ہیں یا آگ کی مانند ہیں، اور آگ کے ساتھ رہنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ آگ لگ ہی جائے گی"۔

ایک اور نکتہ کی بات یہ ہے جس کی طرف الماورديؒ نے اشارہ کیا ہے، «فيتعدّى إليكم ظلمُهم كما تتعدّى النارُ إلى إحراقِ ما جاورَها، ويكونُ ذكرُ النارِ على هذا الوجهِ استعارةً وتشبيهًا» "ان کا ظلم تم تک اس طرح آن پہنچتا ہے جیسے آگ اپنے قرب وجوار میں موجود چیزوں کو جلا دیتی ہے، اور یہاں آگ کا ذکر استعارہ اور تشبیہ کے طور پر کیا گیا ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ، ﴿وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنۡ أَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ **"اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہ ہوں گے، اور نہ تمہاری مدد کی جائے گی"**[ھود؛11:113]، یہ ظالموں کی طرف جھکاؤ کے گناہِ کبیرہ کی دلیل ہے، کیونکہ جو شخص انہیں اپنا سہارا، پناہ، یا انحصار کا ذریعہ مان لیتا ہے اور ان کے آسرے تلے مطمئن رہتا ہے، وہ نہ تو اس دنیا میں واقعی مددگار ہوں گے اور نہ ہی قیامت میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرۃ سے مستفید ہو سکیں گے۔ یوں اس جھکاؤ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرۃ اور تحفظ سے محرومی اس کے حصے میں آجاتی ہے۔

5- ظالموں کی طرف جھکاؤ ہونا ہی دنیا کے لئے بڑی بدبختی ہے، کیونکہ ان کی طرف جھکاؤ ہونے سے ہی انہیں شہہ ملتی ہے کہ وہ اپنے ظلم پر ڈٹے رہیں اور اسے مزید پھیلائیں۔ ظالموں کی طرف جھکاؤ ہونا، خاص طور پر علماء کا جھکاؤ، انتہائی خطرناک ہے اور اس کا شر بہت وسیع اثر رکھتا ہے۔ یہ جھکاؤ ابتدا میں تو صرف ان ظالموں کے قریب جانے سے شروع ہوتا ہے، اور پھر جلد ہی اکثر علماء ان ظالموں کے الفاظ کو جائز سمجھنے لگتے ہیں، ان ظالموں کے اعمال پر ان کے جواز کو درست مان لیتے ہیں، اور حتیٰ کہ ان ظالموں کے فریب میں آجاتے ہیں۔ پھر بعد میں وہ ان ظالموں کے دیئے گئے تحفے تحائف اور عنایات قبول کرنے میں بھی مطمئن ہو جاتے ہیں، اور یوں ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہے۔ علماء کی طرف سے ظالموں کے لئے یہ قربت، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے حکم کے تابع ہونے کے مقصد سے ہونی چاہئے لیکن یہ آہستہ آہستہ خود غرضی، ذاتی خواہشات، دنیاوی آسائش، اور لوگوں پر ظلم میں ظالموں کی طرف میلان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اس جھکاؤ سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہو، اخلاص کے ساتھ اس کے لئے کام کیا جائے، اللہ کی عظمت وبزرگی کا احساس اور دل میں خوف ہو، اور اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑا ہوا جائے۔

اور الإمامُ الزُّهريُّ کا ذکر کریں تو علم میں بلند مقام کے باوجود حکمرانوں کے قریب ہو گئے تھے، تو ان کے ایک خیر خواہ بھائی نے اس میل جول میں ان کے دین کے لئے خطرہ محسوس کیا، چنانچہ اس نے انہیں نصیحت اور یاد دہانی کے طور پر خط لکھا، «عافانا اللهُ وإيّاك أبا بكرٍ من الفتنِ، فقد أصبحتَ بحالٍ ينبغي لمن عرفك أن يدعوَ لك اللهَ ويرحمَك، أصبحتَ شيخًا كبيرًا وقد أثقلتك نعمُ اللهِ بما فهمك اللهُ من كتابِه، وعلّمك من سنّةِ نبيِّه، وليس كذلك أخذَ اللهُ الميثاقَ على العلماءِ، قال اللهُ سبحانه: ﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُونَهُ﴾ (آلِ عمران؛ 3:187)»

”اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اے ابو بکر! فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آپ ایسی حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ جو بھی آپ کو جانتا ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ آپ کے لئے دعا کرے اور اللہ سے آپ پر رحم کی التجا کرے۔ آپ عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، اور آپ پر اللہ کی ڈھیر ساری نعمتیں ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے آپ کو اپنی کتاب کا فہم عطا کیا اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دی۔ لیکن اللہ نے علماء سے جو عہد لیا تھا وہ ایسا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ ”تم اسے لوگوں کے لئے ضرور واضح کرو اور اسے نہ چھپاؤ۔ [آل عمران؛3:187]“

پھر اس نے کہا، «واعلم أنَّ أيسرَ ما ارتكبتَ، وأخفَّ ما احتملتَ: أنّك آنستَ وحشةَ الظالمِ، وسهّلتَ سبيلَ الغيِّ بدنوِّك ممّن لم يؤدِّ حقًّا، ولم يترك باطلًا، حين أدناكَ اتّخذوك قُطبًا، تدورُ عليك رحى باطلِهم، وجسرًا يَعبُرون عليك إلى بلائِهم، وسُلَّمًا يصعدون فيك إلى ضلالِهم، يُدخلون الشكَّ بك على العلماءِ، ويَقتادون بك قلوبَ الجهلاءِ، فما أيسرَ ما عمروا لك في جنبِ ما خرّبوا عليك، وما أكثرَ ما أخذوا منك في جنبِ ما أفسدوا عليك من دينِك، فما يُؤمنُك أن تكونَ ممّن قال اللهُ فيهم: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾» ”جان لو کہ تم سے سرزد ہونے والی سب سے ہلکی لغزش اور تم پر آنے والا سب سے کم بوجھ یہ ہے کہ تم نے ایسوں کے قریب ہو کر جنہوں نے نہ تو حق کا ساتھ دیا اور نہ ہی باطل کو چھوڑا، یوں تم نے ان کے قریب ہو کر ظالم کو آسانی دیئے رکھی اور اس کے گمراہی کے راستے کو آسان بنا دیا۔ جب تم اس کے قریب ہوئے تو انہوں نے تمہیں اپنا محور (قطب) بنا لیا، یعنی ایسی چکی جس کے گرد ان کا باطل گردش کرتا ہے، اور تمہیں ایک ایسا پل بنا لیا جس پر سے گزر کر وہ اپنی آفتوں تک پہنچتے ہیں، اور ایک ایسی سیڑھی بنا لیا جس کے ذریعے وہ اپنی گمراہی کی بلندیوں تک چڑھتے ہیں۔ وہ ظالم تمہارے ذریعے علما کے دلوں میں شک ڈال دیتے ہیں، اور تمہارے ذریعے جاہلوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ انہوں نے تمہارے لئے جو تھوڑا سا فائدہ پیدا کیا، وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو انہوں نے تمہارے دین میں برباد کر دیا؛ اور انہوں نے تم سے جو کچھ لیا، وہ اس کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے جو انہوں نے تمہارے دین کو نقصان پہنچا کر تم سے چھین لیا۔ پھر تمہیں کیا چیز اس بات سے محفوظ رکھ سکتی ہے کہ تم بھی انہی لوگوں میں شامل نہ ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾ ”پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے، تو وہ عنقریب گمراہی سے دوچار ہوں گے“** [سورۃ مریم؛ 19:59]

پھر اس نے کہا: «فإنّك تُعامِلُ من لا يجهلُ، ويَحفظُ عليك من لا يَغفُلُ، فداوِ دينَك، فقد دخله سقمٌ، وهيِّئ زادَك فقد حضرَ السفرُ البعيدُ، وما يخفى على اللهِ من شيءٍ في الأرضِ ولا في السماءِ، والسلام» ”تم اس ذات کے ساتھ معاملہ کر رہے ہو جو نادان نہیں، اور جو تمہاری نگہبانی کر رہا ہے وہ غافل نہیں۔ لہٰذا اپنے دین کی فکر

کرو، کیونکہ اس میں بیماری داخل ہو چکی ہے، اور اپنے سفر کا زادِ راہ تیار کرو، کیونکہ طویل سفر آن پہنچا ہے۔ زمین اور آسمان کی کوئی بھی شے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے مخفی نہیں۔ والسلام"۔

روایت ہے کہ ایک شخص امام احمد بن حنبلؒ کے پاس آیا اور کہا، «يا إمامُ أنا أعملُ خيّاطًا عند حكّامٍ ظلمةٍ، فهل ينطبقُ عليَّ قوله تعالى: ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ﴾؟» "اے امام! میں ظالم حکمرانوں کے لیے درزی کا کام کرتا ہوں، تو کیا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے: "اور ظالموں کی طرف نہ جھکو، ورنہ تمہیں آگ چھو لے گی؟"

تو امام احمدؒ نے فرمایا، «بل أنت من الذين ظلموا، أمّا الذي يبيعُك الخيطَ فهو من الذين ركنوا إلى الذين ظلموا» "بلکہ تم تو خود ظالموں میں سے ہو، اور جو تمہیں دھاگا بیچتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ظالموں کی طرف جھک گئے ہیں"۔

اگر ہم امام احمدؒ کے معیار کو ان لوگوں پر لاگو کریں جو ظالموں کا دفاع کرتے ہیں، ان کے ظلم کو چھپاتے ہیں، ان کے اعمال کو جائز ٹھہراتے ہیں، ان پر ترس کھاتے ہیں، یا ان کے بعض مظالم میں ان کی مدد کرتے ہیں، تو وہ خود کس گروہ میں شمار ہوں گے؟ خصوصاً جب ہم آیت کے بقیہ حصے کو بھی سامنے رکھیں، **﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ "اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو، ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھو لے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا، پھر تم کوئی مدد بھی نہ پاؤ گے"** [ھود: 11:113]۔ پس اے وہ لوگو جو ظالموں کی طرف جھکتے ہو، ان کی مدد کرتے ہو اور ان کے جرائم کو درست ٹھہراتے ہو! کیا تم نہیں جانتے کہ تم ان کے جرم میں ان کے شریک بن جاتے ہو؟ اور تم خود کو اُن لوگوں کے قریب لے جاتے ہو جنہوں نے دوسروں کے دنیوی مفاد کے بدلے اپنا دین بیچ دیا!

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم طاغوتوں اور مجرم ظالموں کے بارے میں اپنے مؤقف پر نظرِ ثانی کرو، خصوصاً غزہ اور دیگر مسلم ممالک میں ہونے والی اس تمام خونریزی اور تباہی کے بعد، اور اُن جرائم و فساد کے بعد جو یہ ظالم زمین میں برپا کئے ہوئے ہیں؟!

فہرست

پاکستان کی ستائیسویں آئینی ترمیم نے آمریت کو مستحکم کر دیا

تحریر: استاد بلال مہاجر، ولایہ پاکستان

امریکی قیادت میں چلنے والے عالمی سیکولر نظام میں اگرچہ اقتدار کی باری (rotation of power) کے تصور کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، لیکن ایک سنگین مسئلے نے امریکہ کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس اصول کو ترک کر کے مختلف طریقے سے کام کرے۔ امریکہ اپنے ایجنٹ ڈکٹیٹروں کو ہی اقتدار میں برقرار رکھنے کو ترجیح دے رہا ہے کیونکہ اس کے پاس مضبوط ایجنٹوں کی قلت ہے۔ واقعات کی تیز رفتار تبدیلی اور خاص طور پر عالم اسلام میں بڑھتے ہوئے عوامی شعور کی وجہ سے، جسے قابو کرنا اور اسے تبدیل کرنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے، امریکہ اپنے پچھلے ایجنٹوں کی جگہ لینے کے لیے نئے ایجنٹوں کو تیار اور ان کی پرورش کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔

امریکہ کو دمشق کی سابقہ رجیم کے ان موقع پرستوں کے لیے راستہ ہموار کرنے میں ایک دہائی سے زیادہ کا وقت لگا، جنہیں اس نے شامی انقلاب کے اندر بٹھایا تھا، اور وہ بغاوت کے چودہ سال بعد بشار الاسد کو ان کے ہم پلہ لوگوں سے تبدیل کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ اسی طرح، امریکہ یہ سمجھ چکا تھا کہ وہ انقرہ کے موقع پرستوں کو ان کے ہم پلہ لوگوں سے تبدیل نہیں کر سکتا، لہٰذا ترک آئین کو پارلیمانی نظام سے صدارتی نظام میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس تبدیلی نے صدر کو وسیع اختیارات دیے، بشمول مسلسل مدتوں کے لیے انتخاب لڑنے کا امکان، اور وزیر اعظم کا عہدہ ختم کر دیا، جس سے صدر، انتظامیہ میں، سب سے طاقتور شخصیت بن گیا۔

اسی تناظر میں، پاکستان کی ستائیسویں آئینی ترمیم ایک نازک موڑ پر سامنے آئی ہے، کیونکہ ٹرمپ انتظامیہ نے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں امریکی جیوپولیٹیکل مفادات کو آگے بڑھانے میں عاصم منیر کے کردار کو دوبارہ فعال کر دیا ہے۔ جس رفتار اور وقت پر یہ ترمیم منظور کی گئی ہے، وہ اس بات کا غماز ہے کہ پاکستان کا سیکورٹی اور حکومتی ڈھانچہ بیرونی شیڈول کے مطابق کام کر رہا ہے، جو کہ امریکی مفادات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ ترمیم ایک بے نظیر اقدام کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس ترمیم نے ملک کی عدلیہ اور فوج کی ایسی تنظیم نو کی ہے جو امریکی اثر و رسوخ کو مضبوط کرتی ہے، کسی بھی مخالفت کو اسے چیلنج کرنے سے روکتی ہے، اور ریاستی اداروں کی بظاہر آزادی کو مؤثر طریقے سے ختم کر دیتی ہے۔

متعدد ترامیم میں سب سے اہم دو تبدیلیاں ہیں: اعلیٰ ترین فوجی قیادت کی تنظیم نو اور عدلیہ میں اصلاحات۔ عدلیہ میں کی جانے والی ترمیم میں "وفاقی آئینی عدالت" (FCC) کے نام سے ایک نئی آئینی عدالت کا قیام شامل ہے، جو آئینی مقدمات کی سماعت کے لیے مجاز واحد ادارہ ہو گی۔ یہ تبدیلی مؤثر طریقے سے سپریم کورٹ کے کردار کو ختم کر دیتی ہے اور اس کے عہدے کو محض ایک ہائی کورٹ کے برابر کر دیتی ہے جس کے فیصلے وفاقی آئینی عدالت پر لازم (binding) نہیں رہیں گے۔ اس کے برعکس، وفاقی آئینی عدالت کے فیصلے تمام

عدالتوں بشمول سپریم کورٹ پر لازم ہوں گے جس سے سپریم کورٹ کے اختیارات نمایاں طور پر کم ہو گئے ہیں اور اس کا کردار محدود ہو گیا ہے۔ مزید برآں، یہ ترمیم آرمی چیف اور سربراہ مملکت کو تاحیات قانونی چارہ جوئی سے استثنیٰ (lifetime immunity from prosecution) دیتی ہے۔

فوج کے وفادار ججوں کی تقرری کے لیے، اس ترمیم نے ججوں کی تقرری اور تبادلے میں انتظامیہ کے کردار کو مضبوط کیا ہے، اور انتظامیہ نے اس آزاد عدالتی کمیشن کی جگہ لے لی ہے جو پہلے یہ کام انجام دیتا تھا۔ اس تبدیلی نے عدلیہ کی آزادی کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور اسے امریکہ نواز انتظامیہ کے مزید تابع بنا دیا ہے۔ یہ اصلاحات پاکستان کے عوام کے لیے حقیقی یا فوری انصاف کے حصول کے مقصد سے نہیں ہیں، بلکہ اس ملک کے اندر امریکہ کے ایجنٹوں اور اتحادیوں کے مفادات کی خدمت کے لیے عدلیہ میں ہیر پھیر کرنے اور انتظامیہ کو مستحکم کرنے کے لیے ہیں، وہ انتظامیہ جسے تاریخی طور پر برطانوی مفادات سے منسلک اعلیٰ عدلیہ کی طرف سے کسی چیلنج کا سامنا نہیں ہے۔

اعلیٰ ترین فوجی کمان کی سطح پر، اہم اصلاحات میں چیف آف ڈیفنس فورسز (CDF) کا عہدہ تخلیق کرنا شامل ہے، جو فوج، فضائیہ اور بحریہ کی نگرانی کرے گا۔ یہ عہدہ ختم کیے گئے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کی جگہ لے گا۔ چیف آف ڈیفنس فورسز (CDF) کو مسلح افواج اور تزویراتی جوہری قوتوں (strategic nuclear forces) کی مختلف شاخوں کے سربراہوں کو مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہو گا، جس سے یہ قوتیں عملاً چیف آف آرمی اسٹاف کے زیرِ اثر آ جائیں گی، جو خود بھی امریکی اثر و رسوخ کے تابع ہے۔ یہ ترمیم اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ چیف آف آرمی اسٹاف ہمیشہ یہ عہدہ سنبھالے گا، جس سے فضائیہ، بحریہ، یا تزویراتی جوہری قوتوں کے کسی بھی افسر کو، جو کہ ایسے شعبے ہیں جہاں بہت سے لوگ اسلام کے وفادار ہیں اور اسلامی طرز حکمرانی کی واپسی کی حمایت کرتے ہیں، اس عہدے تک پہنچنے سے روکا جا سکے۔

اس ترمیم کے تحت، جنرل عاصم منیر، جو سب سے نمایاں امریکہ نواز افسروں میں سے ایک سمجھے جاتے ہیں، کو توسیع کے امکان کے ساتھ، پانچ سال کی مدت کے لیے دفاعی افواج کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ نیشنل اسٹریٹیجک کمانڈ (NSC) کے کمانڈر کے لیے ایک نئی پوزیشن بھی بنائی گئی تاکہ پچھلے ڈھانچے کی جگہ لے سکے جو نیشنل کمانڈ اتھارٹی (NCA) کے تحت پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کو چلاتا تھا، اس طرح تینوں تزویراتی جوہری قوتوں کو مرکزی طور پر جنرل منیر کی کمان کے تحت یکجا کر دیا گیا، اور کنٹرول ان کے ہاتھوں میں مرتکز ہو گیا ہے۔

اس ترمیم کے مضمرات واضح ہیں: یہ جنرل منیر کے ذاتی کنٹرول کے ذریعے مسلح افواج کی مختلف شاخوں پر امریکی اثر و رسوخ کو مستحکم کرتی ہے جو پہلے نسبتاً آزاد تھیں، اور یہ کمانڈ اور کنٹرول کو ایک ہاتھ میں مرتکز کرتی ہے۔ اگرچہ حکومت ان اصلاحات کو فوجی قیادت

میں ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کرنے کے طور پر جواز پیش کر رہی ہے، لیکن چیف آف ڈیفنس فورسز کے عہدے کی یکطرفہ نوعیت اور باری کے نظام (rotation system) کا خاتمہ حقیقی مقصد کو ظاہر کرتا ہے جو کہ پاکستان کے سیکورٹی ڈھانچے پر مکمل امریکی کنٹرول ہے۔
اس تنظیم نو کے وسیع تر مقاصد خطے میں امریکی مفادات کو آگے بڑھانا ہے، خاص طور پر مسئلہ فلسطین کے تناظر میں، جو مسلم ممالک میں مرکزی تنازع بن چکا ہے۔ امریکہ کو پاکستان کی مسلح افواج کے اندر غزہ میں یہودی مفادات کے تحفظ کے لیے امریکی امن منصوبے کے حصے کے طور پر فوجیں تعینات کرنے کے خلاف مزاحمت کا سامنا ہے۔ لہٰذا، امریکی انتظامیہ اس مزاحمت کو کچلنے اور اندرونی مطالبات سے نمٹنے کے لیے جنرل منیر کے کنٹرول کو مضبوط کرنے پر انحصار کر رہی ہے۔
یہ ترامیم پاکستان کی آئینی اور سیاسی تاریخ میں ایک خطرناک موڑ کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ ترامیم فوج کے اثر ورسوخ کو مضبوط کرتی ہیں اور عدلیہ کی طاقت کو کم کرتی ہیں، جس سے فوجی مداخلت میں اضافے، اہم حکومتی عہدوں پر کنٹرول، اور شہری اداروں کے کردار میں کمی کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ لہٰذا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی ستائیسویں آئینی ترمیم محض ایک انتظامی یا عدالتی تبدیلی نہیں ہے، بلکہ ایک بڑی جیو پولیٹیکل تبدیلی ہے جو ریاستی اداروں کو کمزور کر کے ملک کے سیکورٹی اور سیاسی معاملات پر امریکی اثر ورسوخ کو مستحکم کرے گی۔

فہرست

سوال وجواب: تصاویر بنانے، خاکہ نگاری و مصوری، اور ویڈیو گرافی میں مصنوعی ذہانت کا استعمال کرنا

سوال:

__1- اسلام ابو خلیل کا سوال:__

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہمارے معزز شیخ! اللہ سے دعا ہے کہ آپ خیر و عافیت سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کی کوششوں سے زمین پر اسلام کو سربلند کرے۔

میں ایک اہم سوال پیش کرنا چاہتا ہوں جو دورِ حاضر میں مصنوعی ذہانت کے حوالے سے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اگر آپ اسے اپنے آفیشل پیج پر شائع کر دیں تو یہ سب کے لیے نفع بخش ہو گا، ان شاء اللہ۔

آج کل بہت سے لوگ انسانوں یا جانوروں کی تصویر کشی کرنے کے لئے مصنوعی ذہانت (آرٹیفیشل انٹیلیجنس-AI) کا استعمال کرتے ہیں۔ کوئی شخص مخصوص معلومات اور کچھ شرائط AI کو مہیا کرتا ہے اور اس سے تصویر بنانے کو کہتا ہے، تو پھر یہ AI متحرک یا حقیقی جیسی تصاویر یا ویڈیو تیار کر دیتا ہے۔ کسی حقیقی شخص کی تصویر لے کر اس سے پوڈکاسٹ یا پروگرام بھی بنایا جا سکتا ہے، یا پھر ایسے شخص کی تصویر بھی تخلیق کی جا سکتی ہے جو حقیقت میں موجود ہی نہیں ہوتا۔

__پہلا سوال:__

تو سوال یہ ہے کہ کیا انسانوں یا جانوروں کی تصاویر بنانے کے لئے مصنوعی ذہانت کا استعمال اسلامی شریعت کے مطابق جائز ہے؟ اور کیا دعوتِ دین کے مقاصد کے لیے یا عمومی طور پر متحرک تصویر کشی کرنا (animations) یا ویڈیو بنانا جائز ہے؟

__دوسرا سوال:__

اگر مصنوعی ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے انسانوں کی تصاویر بنانا جائز ہے تو کیا ان تصاویر کا اسلامی ضوابط کے مطابق ہونا ضروری ہے؟ مثلاً کیا عورت کا حجاب میں ہونا لازم ہے یا نہیں؟

براہِ مہربانی وضاحت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ کریم عطا کرے۔

اسلام ابو خلیل، 25 نومبر 2025ء

2- رائد الهرش ابو معاذ کا سوال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج کل مصنوعی ذہانت کے ذریعے ہم کسی تحریری متن کو تصاویر میں تبدیل کر سکتے ہیں، اور کسی تصویر کی خصوصیات یا اس کی نوعیت بدل سکتے ہیں، یا اسے کارٹون یا متحرک تصویر (anime) میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ ہم تحریری متن کی بنیاد پر ویڈیوز بھی بنا سکتے ہیں۔

کیا کسی تصویر کو بدلنا، جیسے اسے کارٹون یا متحرک تصویر (anime) بنا لینا، "ہاتھ سے خاکہ کشی" شمار ہوتا ہے یا کچھ اور؟ یا پھر یہ "خودکار تخلیق" سمجھی جائے گی جو الگورتھم اور خودکار نظام پر مبنی ہوتی ہے، نہ کہ براہِ راست انسانی عمل کے ذریعے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ دونوں کے سوالات ملتے جلتے ہیں اور ان کا جواب ذیل میں ہے:

اول:

مصنوعی ذہانت کے پروگرام انسانیت کے لیے ایک وسیع اور کھلا دروازہ ہیں۔ مصنوعی ذہانت دراصل خالقِ کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کی ایک نشانی ہے، جس نے فرمایا: **﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ "اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"** [سورۃ العلق: 5]۔ انسان اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ مشینوں، حسابات، الگورتھمز اور کمپیوٹر پروگرامز کو استعمال کر کے وہ کام کر لے جو خود اپنے طور پر کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا۔ مصنوعی ذہانت علم اور اس کے عملی اطلاق دونوں میں ایک عظیم پیش رفت ہے۔ مصنوعی ذہانت اس قابل ہے کہ یہ ذرائع، اسالیب، لوگوں کی طرزِ زندگی، مادی ترقی، نظم و اسلوب اور دیگر پہلوؤں میں بڑے پیمانے پر تبدیلی پیدا کر سکے۔

دوئم:

مصنوعی ذہانت کسی ایک شعبے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے استعمالات بھی سائنس، علوم، اور عملی شعبوں کی طرح بے حد وسیع اور متنوع ہیں۔ مصنوعی ذہانت کو صحت، طب اور ہسپتالوں میں، سائنس اور ایجادات میں، تعلیم میں، فوجی میدان اور جنگ میں، مختلف فنون میں، اور بہت سے دیگر شعبوں میں مؤثر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دیگر تمام علوم اور ایجادات کی طرح، مصنوعی ذہانت کا استعمال بھی انسانیت کے ہاتھ میں ہے، یہ خیر کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہے اور شر میں بھی۔ اسے انسانوں کی بھلائی اور فائدے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ بڑے فائدے پہنچا سکتی ہے، اور اگر اسے برائی، کرپشن، ظلم، جبر اور لوگوں کے مال کے ناحق استعمال جیسے کاموں میں استعمال کیا جائے تو یہ شر اور ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

سوئم:

جس سوال کا ہم جواب دینے جا رہے ہیں، وہ مصنوعی ذہانت کے ان پروگراموں کے استعمال سے متعلق ہے جو تصاویر بنانے، شبیہ بنانے، ویڈیوز بنانے، روبوٹکس وغیرہ جیسے شعبوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیں گے:

1-لغوی اعتبار سے تصویر (تصویر کشی کرنا) کا مطلب ہے کسی مخلوق کی ایسی شکل پیدا کرنا جو اس کی اصل شکل سے مشابہ ہو، یعنی اس کی مماثلت یا نمائندگی بنانا۔ وہ تصویر جتنی زیادہ اصل مخلوق سے ملتی جلتی ہو گی، اتنی ہی زیادہ وہ اس مخلوق کی مشابہت اور ہو بہو نقل شمار ہوتی ہے۔ بالفاظِ دیگر، کسی چیز کی تصویر بنانا اس کی مثل تیار کرنا ہے۔ مُصَوِّرِین کی اصطلاح سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسی مشابہہ تصویر کشی کرتے ہیں۔

لیکن کسی شے کی صرف نقل بنانا (بطور ایک نقل شدہ تصویر تیار کرنا)، جو کسی بھی ذریعے سے بنائی گئی ہو، تو یہ معاملہ لفظ تصویر (یعنی تصویر کشی) کے مفہوم میں داخل نہیں ہوتا۔ حرام کردہ تصویر کشی وہ ہے جو کسی ذی روح (جاندار) کی تصویر ہو۔ مصوری (تصویر کشی) کا اصل عمل یہ ہے کہ اس کی مثل ہاتھ سے، قلم سے، کیمرے سے یا کسی بھی آلے سے تیار کی جائے، خواہ زمین پر ہو یا فضا میں۔ یہ وہ نقل نہیں ہوتی ہے جو کسی شے کی اپنی اصل حقیقت (عکس) کو کسی بھی طریقے سے منتقل کر دیتی ہے۔

2- جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حرام کردہ مصوری (تصویر کشی) وہ ہوتی ہے جو کسی ذی روح کی ہو، تو اس کی دلیل درج ذیل شرعی نصوص ہیں:

ا- صحیح بخاری میں سعید بن ابی الحسنؒ سے روایت ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا: "اے ابو عباس! میری روزی روٹی میرے ہنر سے وابستہ ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں"۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: "میں تمہیں صرف وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: **«مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا» 'جو کوئی تصویر بناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونک دے، اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا'**"۔ یہ سن کر وہ آدمی گہرا سانس لینے لگا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا، "کتنے افسوس کی بات ہے! اگر تم تصویر بنانے پر ہی مُصر ہو تو درختوں اور بے جان اشیاء کی تصاویر بنایا کرو"۔

ب- صحیح بخاری میں روایت ہے جو عبید نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ» "بے شک جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: 'جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو'"۔**

ج- صحیح مسلم میں نافع نے القاسم بن محمد سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک قالین خریدا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ہی رک گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ میں نے محسوس کر لیا، یا مجھے محسوس کرایا گیا، کہ آپ ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ عائشہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول سے توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کون سی غلطی کی ہے؟"، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ؟» "یہ قالین کہاں سے آیا ہے؟"**، عائشہؓ نے کہا، "میں نے یہ آپ کے لیے خریدا تاکہ آپ اس پر بیٹھ کر آرام کریں"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ» "ان تصاویر کے بنانے والے عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا، 'جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کر کے دکھاؤ'"۔**

د- بے جان اشیاء کی تصویر بنانے کا جائز ہونا واضح دلائل کے ساتھ ثابت ہے، جیسا کہ کتاب، اسلامی شخصیہ جلد دوم میں تصویر کے باب میں بیان ہوا ہے، [(على أن إباحة تصوير ما ليس فيه روح من شجر ونحوه قد جاءت صريحة في الأحاديث. ففي حديث أبي هريرة: «فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ يُقْطَعْ فَيُصَيَّرَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ» (أخرجه أحمد وكذلك أخرجه الترمذي وأبو داود).. وهذا يعني أن تمثال الشجر لا شيء فيه، وفي حديث ابن عباس (قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْساً فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ، وقَالَ: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَاصْنَعْ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ» (أخرجه مسلم)] "تاہم درختوں اور اسی طرح کی بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت احادیث میں صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **"بت کے سر کو کاٹ کر اسے درخت کی شکل بنا دو"** (اسے احمد نے روایت کیا اور ترمذی اور ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ درخت جیسی بے جان شے کی نقل بنانا جائز ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، **"تصویریں بنانے والے جہنم میں ہوں گے، اور ہر تصویر کے بدلے اس میں ایک جان ڈالی جائے گی جو اسے جہنم میں عذاب دے گی"**۔ اور آپ ﷺ نے استثناء دیتے ہوئے فرمایا: **"اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو درخت اور بے جان اشیاء کی تصاویر بناؤ"** [رواہ مسلم]۔ **[اختتام اقتباس]**

ان تمام شرعی نصوص میں حرمت کا تعلق صرف ذی روح (جاندار مخلوقات) کی تصویر کشی سے ہے، اور یہ حرمت انہی کے ساتھ خاص ہے، عمومی معنوں میں نہیں، جیسا کہ ان نصوص میں بیان کیا گیا ہے، **«حَتّى يَنْفُخَ فِيها الرُّوحَ» "جب تک اس میں روح نہ پھونک دے"**، **«أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ» "جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کر کے دکھاؤ"**، اور ان میں درخت اور بے جان اشیاء کا استثناء ہے یعنی جو مصوری حرام ہے وہ کسی ذی روح کی تصویر کشی کرنا ہے۔ لہٰذا دیگر نصوص جو مطلق ہیں یا عام ہیں وہ اصول الفقہ کے مطابق اپنے خاص اور مقید کے اعتبار سے سمجھی جائیں گی، یعنی ان کا تعلق صرف ذی روح تصاویر سے ہے، جیسا کہ اس کی دلیل میں حدیث ہے، ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّورَةَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» "یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے"**۔ اور ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، **«كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ» "ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے"**۔

3- جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ تصویر (تصویر سازی) کی حقیقت ایک زندہ مخلوق کی مشابہت پیدا کرنا ہے، نہ کہ اس کی حقیقت کی ہو بہو نقل تیار کرنا، تو درج ذیل دلائل اس کے متعلق ہیں:

ا-عمدة القاري (شرح صحیح بخاری) میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بارے میں ذکر ہے: (قَدِمَ رسولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رسولُ اللهِ ﷺ هَتَكَهُ، وَقَالَ: «أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ...») "**رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے اور میں نے اپنے کمرے میں ایک جگہ پر پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر تصویری شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو انہوں نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا، 'قیامت کے دن سب سے سخت عذاب پانے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت بناتے ہیں'...**"۔ اس حدیث میں اس بیان کہ، (**هتكه**) "**آپ ﷺ نے اسے پھاڑ دیا**" کا مطلب یہ ہے کہ اسے کاٹ کر ہٹا دیا۔ اور اس بیان کہ (**يُضَاهُونَ**) "**وہ مشابہت پیدا کرتے ہیں**" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کی صورت گری کرتے ہیں۔

ب-ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اسی حدیث کے بارے میں بیان کیا ہے: «**أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللَّه**» "**قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب پانے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت بناتے ہیں**"۔ اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یعنی جو وہ بناتے ہیں اس کے ذریعے اللہ کی تخلیق کردہ کی مثل بنانا۔ اور الزہریؒ کی روایت میں القاسمؒ کی سند سے مسلم میں بیان ہے کہ **الَّذِينَ يُشَبِّهُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ** "وہ **جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں**...

"

لہٰذا حرام کردہ تصویر کشی وہ ہے جو کسی ذی روح مخلوق کی تصویر بنائے اور اللہ کی تخلیق کی مثل شبیہ بنائے۔ یعنی حرام تصویر کشی وہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق کی مشابہہ بنائی جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے مشابہہ یا مثل ہو۔ جتنی زیادہ مشابہت اصل تخلیق سے ملتی جلتی ہو گی، تو تصویر اتنا ہی زیادہ مشابہہ ہو گی۔ اسی وجہ سے جو لوگ تخلیق کی مشابہہ بناتے ہیں انہیں دیگر احادیث میں مُصَوِّرون (تصویر بنانے والے) کہا گیا ہے۔

-ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا، «**إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ**» "**قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب پانے والے لوگ تصویر کشی کرنے والے ہوں گے**"۔ (متفق علیہ)

-سنن النسائی-... مسلم بن صبیح نے مسروق سے، انہوں نے عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «**إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ**» "**قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب پانے والے لوگ تصویر کشی کرنے والے ہوں گے**"۔ اور احمد نے کہا، «**الْمُصَوِّرِينَ**» "تصویر بنانے والے"۔

- یہ بات حزب کے بانی اور امیر (رحمہ اللہ) کے 23 مارچ، 1969ء کے ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے، "اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، «**يَا عائِشَةُ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِند اللَّهِ يَوْمَ القيامةِ الَّذينَ يُضاهُونَ بِخَلقِ اللَّهِ**» "**اے عائشہ، قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی نقل کرتے ہیں**"، **یعنی وہ لوگ جو تصویریں بناتے ہیں**"۔[اقتباس ختم]

نقل (مضاهاة) یا مشابہت (التشبيه) حرام ہونے کی علت (شرعی قیاسی دلیل) نہیں ہے۔ لہٰذا، درختوں اور دیگر بے جان اشیاء کی تصویر کشی جائز ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ مضاهاة یا التشبيه کرنا جاندار اشیاء کی تصویر کشی کی ممانعت کا وصف ہے۔ یہ تحقِيقُ الْمَنَاط (حقائق کا تعین) کے باب (زمرے) میں آتا ہے۔ اگر تصویر اللہ کی تخلیق سے مشابہت رکھتی ہے، تو وہ ممنوع ہے۔ تاہم، اگر تصویر خود اس تخلیق کی ہو بہو نقل (کاپی شدہ صورت میں عکس) ہے، تب وہ ممنوع نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی تخلیق کی تصویر کشی (مصوری) ایک ایسا نقش یا شبیہ پیدا کرنا ہے جو اس سے مشابہت رکھتی ہو، نہ کہ اس کی ہو بہو نقل (کاپی شدہ صورت میں عکس)۔

حزب کے بانی اور امیر (رحمہ اللہ) نے کہا، "اصل کی ہو بہو نقل (عکس) لے لینا کسی شخص کی اس معنی میں تصویر کشی (مصوری) نہیں ہے کہ ان کی مشابہہ بنائی گئی ہو۔ بلکہ، نقل (کاپی شدہ صورت میں عکس) اس شخص یا شے کے عین اصل کی کاپی ہے، جسے کاپی کے طور پر پرنٹ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا، تصویر کشی (مصوری) سے منع کرنے والی حدیث اس نقل (کاپی) پر لاگو نہیں ہوتی۔ یہ شرعی دلیل کی تلاش کے بجائے تحقِيقُ الْمَنَاط (حقائق کا تعین) کے زمرے میں آتا ہے۔ تحقِيقُ الْمَنَاط کا تقاضا ہے کہ اس چیز کی حقیقت کی جانچ کی جائے جس کے لیے شرعی حکم دیا جانا ہے... لہٰذا یہ اس امر کی تلاش ہے کہ حقیقت میں وہ کیا ہے، اور پھر اس پر متعلقہ حکم لاگو کیا جاتا ہے"۔ یہ تفصیل 23 مارچ، 1969ء کو ایک سوال کے جواب میں بیان کی گئی ہے۔

چہارم:

درج بالا دلائل کی بنیاد پر، آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

1- ہم نے اپنی کتاب اسلامی شخصیہ، جلد دوم میں خاکہ نگاری، مجسمہ سازی، اور تصویر سازی کے شرعی احکام بیان کئے ہیں، اور اس کے علاوہ کئی سوالات کے جوابات شائع کیے ہیں، جن میں 19 مارچ، 2017ء کے سوال کا جواب بھی شامل ہے، جس میں تفصیلات اور شرعی دلائل موجود ہیں۔ ہم نے واضح کیا کہ شرعی احکامات کے مطابق ہاتھ سے کسی بھی ذی روح کی مصوری کرنا اور مجسمہ سازی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ انسانی کوشش کے ذریعے اصل تخلیق کے مشابہہ بنانا ہے، اور اس حکم میں بچوں کے کھلونے شامل نہیں ہیں۔ آپ اس جواب کو ملاحظہ کر سکتے ہیں جس میں دلائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

2- کمپیوٹر کی ایجاد ہونے کے بعد کسی ذی روح کی خاکہ نگاری اور تصویر سازی (مصوری) کرنا اب ڈرائنگ کے سافٹ ویئر اور ماؤس کے ذریعے بھی ممکن ہو گیا ہے۔ اور اس ایجاد نے خاکہ نگاری و تصویر سازی (مصوری) کے میدان میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے، کیونکہ اب تصویر ساز (مصور) سافٹ ویئر کی صلاحیتوں سے تصویریں اور ڈرائنگ تیار کر سکتے ہیں۔ بہر حال، انسانی کوشش کے ذریعے کی گئی ڈرائنگ اور تصویر سازی اب بھی اصل تخلیق کی مشابہت شمار ہوتی ہے، اور جتنا زیادہ مشابہت اصل تخلیق کے قریب ہو گی، اتنی زیادہ وہ اصل تخلیق کی مثل و شبیہ ہی ہو گی۔

3- جہاں تک نقل یعنی کسی شے کی کاپی شدہ تصویر کا تعلق ہے، تو یہ جائز ہے اور حرام نہیں، کیونکہ یہ اصل شے کی ہو بہو نقل ہے، مشابہت یا مثل نہیں ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا- 23 مارچ، 1969ء کے سوال کے جواب سے اقتباس ہے کہ، "جہاں تک فوٹو گرافی شدہ تصویر کا تعلق ہے، تو یہ ایک آئینے کی مانند ہوتا ہے۔ جس طرح آئینہ شے کی حقیقت کو منتقل کرتا ہے، ویسے ہی فوٹو گرافی کا کیمرہ بھی کرتا ہے۔ کیمرے کی پیدا کردہ تصویر نہ تو مصوری ہے، نہ مشابہت، اور نہ ہی کسی شخص کی تصویر سازی ہے جس کا مقصد اس کی مشابہت پیدا کرنا ہو۔ بلکہ یہ تو کسی شخص یا شے کی اصل حقیقت کا ایک ہو بہو نقل شدہ عکس ہوتا ہے۔ اس لئے مصوری سے ممانعت کی حدیث اس پر لاگو نہیں ہوتی۔ یہ معاملہ تحقیق المناط کے زمرے میں آتا ہے، نہ کہ شرعی دلیل تلاش کرنے کے لیے۔ ایسے معاملہ میں اس شے کی حقیقت کو جانچا جاتا ہے کہ جس پر حکم کا اطلاق ہونا ہو اور پھر اس پر حکم لاگو ہوتا ہے۔ اور کیمرے کی تصویر کے معاملہ میں شے کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ہو بہو پرنٹ یا

عکس ہوتا ہے، نہ کہ مصوری، خاکہ کشی یا مشابہت۔ اس لئے مصوری سے متعلق شرعی احکام اس پر لاگو نہیں ہوتے، اور یہ معاملہ اس کے علاوہ ہے۔ اور اس کے بجائے اس پر آئینہ کے عکس کی حقیقت لاگو ہوتی ہے، یا پھر یہ اشیاء کے جائز ہونے کے عمومی احکام کے زمرے میں آتا ہے]۔ لہٰذا فوٹوگرافی کے ذریعے تصاویر بنانا حرام نہیں ہے"۔[5 محرم الحرام، 1389ھ – بمطابق 23 مارچ، 1969ء]

ب- 22 جنوری، 1971ء کے سوال کے جواب سے اقتباس، "مصوری (تصویر سازی) میں کندہ کاری، مجسمہ سازی، خاکہ نگاری، تراشیدہ ڈرائنگ اور وہ سب شامل ہوتے ہیں جو کوئی شخص تصویر کے لئے خود سے بناتا ہے، یعنی وہ سب کچھ محنت جو کوئی انسان کسی تصویر کو بنانے کے لئے خود کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان پر کسی بھی ذی روح کی تصویر بنانے کو حرام کیا ہے، چاہے وہ کاغذ پر، کپڑوں پر، دیواروں پر یا کسی اور جگہ پر ہو۔ اسی طرح، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان پر کسی بھی ذی روح کو کندہ کرنے کو حرام کیا ہے، چاہے وہ پتھر پر ہو، برتن پر ہو یا کسی بھی اور شے پر۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کندہ کاری، مجسمہ سازی یا نقش و نگار کے ذریعے کسی ذی روح کی مشابہت بنانا بھی حرام فرمایا ہے، چاہے وہ چمڑا پر ہو، دیوار پر ابھار کے ذریعے یا کندہ کی گئی ہو یا کپڑوں پر رنگوں کے ذریعے بنائی گئی ہو یا کسی بھی اور طریقے سے ہو]۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے وہ سب کچھ ممنوع ہے جو لغوی لحاظ سے مصوری (تصویر سازی) میں آتا ہے، جیسے کہ مجسمہ سازی، رسم، کندہ کاری، ابھار دینا وغیرہ۔ تاہم جو چیز لغوی لحاظ سے مصوری (تصویر سازی) نہیں ہے، وہ حرام نہیں ہے۔ اس لئے فوٹوگرافی، سیٹلائٹ امیجز، اور دیگر نقل شدہ تصویریں لینے کی ممانعت نہیں ہے"۔[22 جنوری، 1971ء]

4- جہاں تک آرٹیفیشل انٹیلیجنس (مصنوعی ذہانت-(AI)) کا استعمال کرتے ہوئے کسی ذی روح کی تصویر، ڈرائنگ یا ویڈیوز کی تیاری کرنے کا تعلق ہے، تو اس کا معاملہ ذیل میں ہے:

ا- ایک شخص مصنوعی ذہانت کے پروگرام میں تحریری ہدایات لکھ کر اس پروگرام کو کہتا ہے کہ اس ذی روح کی تصویر تیار کی جائے۔ مثال کے طور پر، وہ ہدایات دے سکتا ہے کہ "صدر یا کسی اور کی کھیل کے لباس میں تصویر بنائیں"۔ آرٹیفیشل انٹیلیجنس کا پروگرام پھر ہدایات کے مطابق کھیل کے لباس میں صدر کی تصویر تیار کر دیتا ہے، چاہے وہ تصویری عکس ہو یا ڈرائنگ ہو، یا کچھ اور وغیرہ۔

یہی اصول مصنوعی ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے ویڈیو بنانے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ کوئی شخص مصنوعی ذہانت کے پروگرام کو مخصوص ہدایات دے کر ویڈیو بنانے کا کہہ سکتا ہے، جیسے کسی خاص خطیب کی جمعہ کے خطبہ کی ویڈیو۔ اور پھر مصنوعی ذہانت کا پروگرام اپنے پاس

موجود معلومات کے مطابق ویڈیو تیار کر دیتا ہے جس میں وہ خطیب جمعہ کی خطبہ دیتے ہوئے دکھائی دیتا ہے، اور اسی طرح کی دیگر ویڈیوز وغیرہ۔

ب- جیسا کہ ہم نے مذکورہ بالا شق "چہارم، نکات 1 اور 3" میں ذکر کیا کہ، اگر تصویر اصل شے کی ہو بہو نقل شدہ کاپی ہے، جیسے کسی مخصوص جگہ اور وقت کی فوٹوگراف، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر تصویر تخلیق کی مشابہت کے طور پر بنائی گئی ہو، جیسے ہاتھ کی کھینچی گئی لکیروں سے تیار شدہ ہوں یا کمپیوٹر کے ذریعے تیار کی گئی تصویر، تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس پر مصوری (تصویر سازی) کی اصطلاح لاگو ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اصل تخلیق کی مشابہت پیدا کرنے کا عمل کیا گیا ہے، نہ کہ صرف اصل شے کی عکس بندی یا ہو بہو نقل کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ تصویر سازی اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر تصویر میں ایسی چیزیں شامل کی جائیں جو سچائی کے مطابق نہ ہوں، جیسے چہرے کی خصوصیات بدل دینا، کپڑوں کا انداز تبدیل کرنا، کسی شخص کو جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے دکھانا جبکہ وہ حقیقت میں وہاں موجود نہ ہو، یا کسی فوت شدہ شخص کی تصویر بنانا وغیرہ، یعنی تصویر میں دکھائی جانے والی جگہ اور وقت کے لحاظ سے اس شخص کی صحیح نمائندگی نہ کی گئی ہو، تو یہ حرام ہونے کے علاوہ ان شرعی نصوص کے تحت بھی آتا ہے جو فریب، جھوٹ، اور ضرر پہنچانے کی ممانعت کے حوالے سے ہیں، کیونکہ تصویر میں اصل حقائق کے خلاف تبدیلی کر دی گئی ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ**» "**فریب جہنم کی طرف لے جاتا ہے، اور جو کوئی ایسا عمل کرے جو ہماری ہدایت کے مطابق نہ ہو، تو وہ رد کیا جائے گا**"۔ (رواہ بخاری)

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «**لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ**» "**نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان اٹھاؤ**" (اسے احمد، ابن ماجہ، اور الحاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے)

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «**وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ**» "**بے شک، جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے، اور بدکاری جہنم (آگ) کی طرف لے جاتی ہے**"۔ اور مسلم کی روایت میں یہ ان الفاظ کے ساتھ ہے، «**وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ**» "**جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے، اور بدکاری جہنم کی آگ کی طرف لے جاتی ہے**"۔

لہٰذا، کوئی بھی تصویر جو حقیقت کو بدل کر غلط انداز میں پیش کرتی ہو، جھوٹ اور فریب شمار ہوتی ہے، اور یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر کسی پاکباز شخص کو ضرر پہنچانا، یا تصویر کے ذریعے اس کی اصل حقیقت کو مسخ کرنا بھی ناجائز ہے۔ جو کوئی مصنوعی ذہانت کے پروگرام استعمال کر کے ایسی تصاویر تیار کرتا ہے، وہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔

یہ گناہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے اگر وہ تصاویر اور ویڈیوز ذیل کے زمرے میں آتی ہوں:

* انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کی تصاویر یا ویڈیوز بنانا اور ان کے لئے آوازیں شامل کرنا حرام ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام مقدس اور قابلِ احترام ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر نبی کو نبوت کے لئے اور رسالت کے لیے خود منتخب کیا، اور یہ ایسا مقام ہے جو کسی اور انسان کو عطا نہیں کیا گیا۔ کسی نبی یا رسول کی تصویر یا ویڈیو بنانا جو کہ وحیٔ الٰہی کو پا چکے ہیں، تو ایسا کرنا رسالت کے پیغام پر ظلم، نبوت کی حرمت کی پامالی، اور الہامی پیغام کی حقیقی قدر کی بے حرمتی ہے۔ اور ایسا اقدام، رسالت کے پیغام اور رسول دونوں کے ساتھ قبیح ترین گناہ ہے۔

* ایسی تصاویر یا ویڈیوز بنانا جو کفر، بے حیائی، بہتان، یا دیگر ممنوع اعمال و اقوال کو فروغ دیتی ہوں، تو یہ بھی حرام ہے۔

یہی رائے مجھے اس معاملے میں شرعی اعتبار سے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے، وہ حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خليل أبو الرشتة

18 جمادى الآخر 1447ھ

بمطابق 09 دسمبر، 2025 عیسوی

فہرست

شام میں نئی حکومت کے حوالے سے ٹرمپ کے مطمئن ہونے کے پیچھے آخر کیا بھید چھپا ہے؟

بقلم: الأستاذ أحمد الصوراني

امریکی صدر ٹرمپ نے بارہا شام کے عبوری صدر أحمد الشرع کے لئے اپنی تعریف کا برملا اظہار کیا ہے۔ سی این این عربی نے رپورٹ کیا، ”پیر کے روز وائٹ ہاؤس میں ہونے والی ملاقات کے بعد امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے شام کے عبوری صدر أحمد الشرع کی اپنے ملک کی قیادت کرنے کی قابلیت پر اعتماد کا اظہار کیا“۔ ٹرمپ نے اوول آفس میں صحافیوں سے الشرع کے بارے میں کہا، ”وہ ایک بہت مشکل جگہ سے آیا ہے، اور وہ ایک مضبوط ارادے کا شخص ہے۔ اور مجھے وہ پسند ہے۔ میں اس کے ساتھ اچھی طرح گھل مل گیا ہوں، صدر ٹرمپ، شام کے نئے صدر کے ساتھ … اس کا ماضی بہت کٹھن رہا ہے۔ اور بہر حال میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ماضی مشکل نہ رہا ہو، تو آپ کے پاس کوئی موقع بھی نہیں ہوتا… ہمیں شام کو درست کرنا ہے“۔

02 دسمبر، 2025ء کو شام کے لئے امریکہ کے خصوصی سفیر ٹام بیراک (Tom Barrack) نے ٹرمپ کا ہاتھ سے لکھا ہوا خط الشرع کو پہنچایا، جس میں لکھا تھا، ”احمد، تم ایک عظیم رہنما بنو گے — اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ تمہاری مدد کرے گا!“

تو آخر اس قدر اطمینان کے پیچھے کیا راز ہے؟ احمد الشرع نے ایسا کیا کر دکھایا کہ جس سے اس نے امریکہ کی اس رضامندی اور ستائش کو حاصل کر لیا ہے، حالانکہ امریکہ دہائیوں سے امتِ مسلمہ کے خلاف صلیبی جنگ کی قیادت کرتا رہا ہے اور آج بھی وہ یہ سب جاری رکھے ہوئے ہے؟

اوّل: احمد الشرع نے بشار الاسد کے زوال کے بعد شام کی حکومت کی نوعیت میں تبدیلی نہ کرنے پر اتفاق کیا۔ اس نے دین کو ریاست سے جدا رکھتے ہوئے اعلان کیا کہ شام ایک سیکولر جمہوریہ ہی رہے گا اور اس نے سابقہ آئین کو کچھ غیر ضروری ترامیم کے ساتھ برقرار رکھا۔ اسی طرح الشرع نے تمام موجودہ قوانین بھی برقرار رکھے، اور عدالتی نظام اور عدلیہ نے وہی قوانین نافذ کرنا جاری رکھے جو بشار کے دور میں نافذ العمل تھے۔

دوئم: احمد الشرع نے دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے بین الاقوامی اتحاد میں شمولیت اختیار کی۔ یاد رہے کہ امریکہ کی نظر میں دہشت گردی میں ایسی تمام جماعتیں اور افراد شامل ہیں جو اسلام کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کی دعوت دیتے ہیں، مغربی استعمار کا مقابلہ کرتے ہیں، اور عالمی نظام کی خواہشات کے سامنے جھکنے سے انکار کرتے ہیں۔

سوئم: احمد الشرع نے شام کی آزادی کے فوراً بعد سے ہی یہودی وجود کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کے عمل کو آگے بڑھایا، 1974ء کے معاہدے پر پابندی کرنے کے عزم کا اعلان کیا، اور کہا کہ شام یہودی وجود کو نشانہ نہیں بنائے گا، اور اس طرح اس نے قومیت پسندی کے اظہار میں حدیں پھلانگ لیں۔ شام کے وزیرِ خارجہ نے ایک سے زیادہ مواقع پر یہودی حکام سے ملاقاتیں کیں اور ریاض میں ٹرمپ کے ساتھ اپنی ملاقات کے دوران، احمد الشرع نے ٹرمپ کی پیش کردہ ابراہام معاہدوں میں شامل ہونے کی تجویز کو بھی عوامی سطح پر رد نہیں کیا۔

چہارم: احمد الشرع نے قرارداد 2254 پر عمل درآمد کے لیے بشار الاسد کے ساتھی چیلوں اور قاتلوں کو معاف کرنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو تو سرکاری عہدوں پر بھی مامور کر دیا۔ مثلاً مجرم فادي صقر کو سول امن کمیٹی کے لئے تقرر کر دیا گیا، اور سابقہ حکومت کے بعض حامیوں اور وفاداروں کا تقرر وزارتی عہدوں پر کر دیا گیا، جیسا کہ وزیر تعلیم کے عہدے پر محمد ترّو کی تقرری کی گئی، جو کہ بشار الاسد کا چیلا اور شام کی آزادی کے دن تک بشار کا حامی رہا تھا۔ اسی طرح ہند قبوات کی تقرری بھی کی گئی ہے، جو کینیڈا سے لائی گئی ہے اور ہم جنس پرستوں (LGBTQ+) کے حقوق کی حمایت کے لئے جانی جاتی ہے۔ شام کی یہ کابینہ سابقہ نظام کے حامیوں اور مخالفوں، نیز مغربی نظریات کے حاملین کا مجموعہ ہے، اور یہ حقیقت، قرارداد 2254 کے نفاذ کے ایک پہلو کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور یہ بعینہٖ وہ بات ہے جس کی کوشش اقوام متحدہ کے خصوصی مندوب پیڈرسن نے 16 دسمبر، 2025ء کو احمد الشرع سے اپنی ملاقات میں کی تھی، جب اس نے الشرع پر زور دیا کہ وہ قرارداد 2254 پر عملدرآمد کرے۔

پنجم: احمد الشرع اس بات پر ڈٹا ہوا ہے کہ شام میں اسلام کی بنیاد پر کسی بھی جماعت کی سیاسی سرگرمی نہ ہونے دے۔ الشرع کے ذاتی مشیر احمد زیدان نے کہا ہے کہ اخوان المسلمین کو خود کو تحلیل کر دینا چاہیے، اور شام کی جیلوں میں آج بھی حزب التحریر کے شباب کے درجنوں سیاسی قیدی سلاخوں کے پیچھے بند ہیں۔ ان شباب میں سے کچھ کو ان سکیورٹی کورٹس نے، جن کے جج نقاب پہنے ہوتے ہیں، ناحق سیاسی بنیادوں پر سزائیں سنائی ہیں، جن میں بعض کی مدت دس سال تک ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہ سزائیں اس وقت سنائی گئیں جب احمد الشرع امریکہ کے دورے پر تھا تا کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کر سکے۔

ششم: احمد الشرع نے امریکہ کو خوش کرنے کے اقدام کے طور پر حماس کو شام کی سرزمین میں دفاتر کھولنے سے روک دیا، وہ امریکہ جو کہ یہودی وجود کے ساتھ مل کر ان گروپس کے خلاف جنگ برپا کرنے میں شریک ہے جنہوں نے اس معرکہ طوفان الاقصیٰ کے شعلے بھڑکائے تھے، جس نے یہودی وجود کو اور درحقیقت پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

مذکورہ بالا تمام وجوہات اور ان کے ساتھ ساتھ موجودہ شامی انتظامیہ کا امریکی مرضی کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کرنے کا طرزِ عمل، امریکہ کے اس قدر اطمینان کو صاف صاف کھول کر واضح کرتا ہے۔ شامی انتظامیہ امریکہ کی ہدایات سے ذرا بھی انحراف نہیں کر رہی، بالکل اسی طرح جیسے مسلمانوں کے دیگر حکمران ہیں جو امریکہ کو راضی کرنے کے لیے مرے جا رہے ہیں، اور انہوں نے امریکہ کی سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی بالادستی کو مسلم ممالک پر جاری رکھنے میں پوری حمایت اور مدد فراہم کر رکھی ہے۔

نئی شامی انتظامیہ کا یہ طرزِ عمل کہ وہ امریکہ کو راضی کرے اور اس کی ہدایات کے سامنے مکمل طور پر سر جھکائے رکھے، تو ایسا رویہ نہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کرے گا، اور نہ ہی شام کے وہ مخلص بندے اس سے راضی ہیں جو بشار الاسد کے نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، اور جو اس نظام کو جڑ سے بدلنا چاہتے ہیں، اور اس مغربی استعمار سے نجات چاہتے ہیں جس نے مسلم سرزمینوں میں شر وفساد برپا کر رکھا ہے، اور مسلمانوں کے خلاف سفاک اور بھیانک ترین جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور اب بھی مسلسل کر رہا ہے۔

آخر میں ہم قرآنِ کریم کی ان سچی باتوں کو دہراتے ہیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے متحارب کفار کے ساتھ ہمارے تعلقات کے بارے میں ہمیں خطاب فرمایا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ**﴾ ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا“ [المائدۃ: 5:51]، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ**﴾ ”اور ظالموں کی طرف نہ جھکو، ورنہ تمہیں آگ چھولے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا، پھر تم کوئی مدد بھی نہ پاؤ گے“ [ھود: 11:113]، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ**﴾ ”یہود و نصاریٰ ہرگز تم سے راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہ کر لو۔ کہہ دو: بے شک، اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔

اور اگر تم اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کرو گے تو اللہ کے مقابلے میں تمہارے لئے نہ کوئی کارساز ہو گا نہ مددگار"[البقرۃ؛2:120]

کفار کی اطاعت کرنا، ان پر انحصار کرنا، اور انہیں راضی کرنے کی کوششیں کرنا، یہ سب اعمال لامحالہ طور پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کو لازم کرتے ہیں، اور اللہ کی ہدایت اور نصرۃ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اور ایسا ہونا دنیا اور آخرت دونوں کے لئے صریح خسارہ ہے۔

ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ شام اور اس کے لوگوں کی حفاظت فرمائے، اور انہیں ایک مخلص اور وفادار قیادت عطا فرمائے جو اللہ کی شریعت کے احکام کے مطابق حکمرانی کرے، امت کے امور کی دیکھ بھال کرے، اس کے دین کا دفاع کرے، اور کفار سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دے۔

اور تمام تعریفیں اللہ بزرگ وبرتر کے لئے ہی ہیں، جو تمام جہانوں کا مالک اور رب العالمین ہے!

فہرست

کیا اب کلمہ گو پاکستانی مسلم افواج امریکی جنرل کی زیر قیادت یہود کی حفاظت اور فلسطینی مزاحمت کو غیر مسلح کریں گی؟

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ڈان اخبار نے اپنی ویب سائٹ پر 13 دسمبر کو رپورٹ کیا کہ غزہ میں "انٹرنیشنل سٹیبلائزیشن فورس" کے لئے مسلم افواج اگلے مہینے سے تعینات کی جاسکتی ہیں۔ اس سے قبل امریکی ایجنٹ حکمران شہباز شریف پہلے ہی "اصولی طور پر" غزہ میں پاکستانی افواج کی تعیناتی پر رضامندی ظاہر کر چکے ہیں. تاہم عوام کے شدید ترین رد عمل سے خوفزدہ ہو کر ایک ایک کر کے مسلم حکمران امریکہ کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس لیے اب شیطان ٹرمپ اور اس کے چیلے، مسلم حکمران ہماری مجاہد مسلم افواج کو یہود کی حفاظت اور حماس و دیگر فلسطینی مزاحمتی قوتوں کو غیر مسلح کرنے کے لیے استعمال کرنے کیلئے نئ سازشوں کے جال بُن رہے ہیں۔ رپورٹ میں تصدیق کی گئی ہے کہ میڈیا لائم لائٹ سے دور مسلم افواج کو تعینات کرنے کی تفصیلات طے کی جارہی ہیں۔ ٹرمپ حکومت کی جانب سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غزہ میں کمانڈ سینٹر کی قیادت ایک دوسٹار امریکی جنرل کرے گا۔ پس واضح ہے کہ مسلم افواج کو امریکی صلیبی جنرل کی قیادت میں اسی غلیظ مشن کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا جو امریکہ اور یہودی وجود مل کر بھی مکمل نہیں کر سکے!

اے افواج پاکستان کے افسران! اسلام کے احکامات صریح اور واضح ہیں۔ معصیت اور حرام میں کسی کی بھی اطاعت نہیں۔ غلام، آقا کا پابند نہیں، بیوی شوہر کی، اولاد والدین کی، اور افواج اپنی قیادت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ» "اطاعت صرف معروف (شرعی) کاموں میں ہے۔"** (بخاری، مسلم) اور فرمایا: **«السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ» "مسلمان پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے، چاہے پسند ہو یا ناپسند، جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔"** (بخاری، مسلم)۔

ان صریح احکام کی نافرمانی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ تمہارے موٹو "ایمان، تقوی، جہاد فی سبیل اللہ" کو مشرف کے دور سے ہی مسلسل دفن کر کے تمہیں ایک سیکولر قوم پرست فوج میں تبدیل کرنے کا آغاز ہوا، جس نے تمہیں ایک کرائے کی فوج میں بدل کے رکھ دیا، اور بالآخر اس کی جانشین فوجی قیادت نے باآسانی کشمیر کو ہندو بنیا کی جھولی میں ڈال دیا، وہ کشمیر، جس کی خاطر تم لوگوں نے ہزاروں جانوں کا نظرانہ پیش کیا تھا۔ لیکن تمہاری قیادت نے اس کا جواب لائن آف کنٹرول پر سیز فائر کا تحفہ دے کر دیا۔ تمہاری قیادت کی

بزدلی کے باعث ہندو ریاست پاکستان کے دریاؤں پر قابض ہو گئی۔ سول قیادت ہو یا فوجی، سب ایکسٹینشنز، مراعات، کرپشن، امریکی آقاؤں کی رضامندی اور اب استثناؤں میں مگن ہے، اور یوں مسلم امہ کی طاقتور ترین فوج مسلسل اپنے مشن سے ہٹ کر امریکی استعمار کی خدمت میں جونت دی گئی ہے۔ اور اب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اب یہ کلمہ گو افواج "مغضوب علیہ" یہود کی حفاظت اور فلسطینی مزاحمت کو غیر مسلح کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے گی؟!

اے افواجِ پاکستان کے افسران! ان حکمرانوں کے اس جھوٹ میں نہ آنا کہ ہماری افواج حماس کو غیر مسلح نہیں کرے گی۔ جس فوج کا حصہ بنانے کے لیے ان کو بھجوایا جا رہا ہے اس کا مینڈیٹ پہلے ہی اقوامِ متحدہ کی قرارداد میں طے شدہ ہے، جس میں حماس کو غیر مسلح کرنا شامل ہے۔ یہ افواج امریکی جنرل کی زیر قیادت امریکی کمانڈ سینٹر کے زیر نگیں اپنی ڈیوٹی سر انجام دے گی، جو یہود کو اس مقدس سرزمین پر غلبہ دینے کے لیے ہی قائم ہوئی ہے۔ یہ کمانڈ سینٹر یہود اور امریکہ کے اسی ادھورے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ہی قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد مسلمان مزاحمت سے اسلحہ چھین کر ان کو یہود کے سامنے بے بس کر کے جھکا دینا ہے۔ پس اے افواج پاکستان کے افسران، یہ خاموشی آخر کب تک؟ ہر گزرتے دن کے ساتھ، تمہاری خاموشی تمہاری ذلت کا باعث بن رہی ہے جس کا خمیازہ پوری امت کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ایک ہی دفعہ عہد کرو، کہ اب مزید نہیں!

اے افواجِ پاکستان کے افسران! تم مسلم امہ کی سب سے طاقتور افواج ہو۔ تم اس امت کی طاقت اور اس کی عزت کے محافظ ہو۔ اس شکست خوردگی اور وطنی بیڑیوں کی قید سے نکلو۔ امریکی ایجنٹ قیادت کے آرڈرز نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات مقدس ہیں۔ حرمت انگریزوں کی کھینچی لکیروں کی نہیں، مسلمانوں کی جان، مال، آبرو اور عقیدے کی ہے۔ دشمن مسلمان نہیں، بلکہ صلیبی استعماری ورلڈ آرڈر، صیہونی وجود اور ہندو ریاست ہے۔ تمہارے حکمران اسی استعماری ورلڈ آرڈر کے وائسرائے ہیں۔ جو اس امت کی طاقت، یعنی تمہیں اس استعماری صلیبی آرڈر اور صیہونیوں کی قدموں کی چوکھٹ میں لا پھینک رہے ہیں۔ اس امت کی نجات خلافت کے قیام اور ان حکمرانوں سے چھٹکارے میں ہے، اور یہ راستہ تمہاری ہمت اور جرات سے تعبیر ہے، جو تمہیں حزب التحریر کو خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کرنے اور اس استعماری بندوبست کو لپیٹنے سے مکمل ہو گا۔ حزب التحریر مکمل منصوبے کے آخری مرحلے میں تمہیں اس فریضے میں شامل ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ تو کیا تم جواب دو گے؟ **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کی اس پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہارے لئے زندگی ہے۔"** (الأنفال:24)

فہرست

نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** ”پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی“ (مسند امام احمد)۔